آنے لگے، نہ تو اسے تین خداؤں پر یقین رہا اور نہ بت پرستی میں کوئی جاذبیت، بلکہ وہ اسلام کا گرویدہ ہوتا چلا گیا اور بالآخر اس نے اسلام قبول کر کے کفر وظلمات کی تمام چادروں کو پھاڑ ڈالا۔ اسٹریچ کے اسلام لانے کی خبر آئی ہی تھی کہ انگلینڈ کے مستقبل کے وزیر اعظم اور شیڈو چانسلر جارج اسبورن کے بھائی کے اسلام لانے کی خبر آگئی۔ ان کے بھائی آدم اسبورن جو پیشے سے ماہر نفسیات ہیں، نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے مانچسٹر کی ایک مقامی مسجد میں کئی مہینے تک اسلامی تعلیمات سیکھیں اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی، جس میں پانچوں وقت نماز پڑھنا اور شراب سے پرہیز کرنا بھی ہے۔

گزشتہ دنوں سوئزرلینڈ میں میناروں پر پابندی لگائے جانے کے لئے ووٹنگ ہوئی اور سوئس ووٹروں نے میناروں پر پابندی لگائے جانے کو قانونی حیثیت دے دی۔ اب وہاں مسجدوں میں علامت کے طور پر بنائے جانے والے میناروں کو بنانے پر پابندی ہوگی۔ سوئزرلینڈ میں جمہوریت ہے اور قلیل آبادی کی وجہ سے کسی بھی امر کو قانونی حیثیت دینے کے لئے عوام میں سیدھے طور پر ووٹنگ ہوتی ہے۔ اس وقت وہاں تقریباً 78 لاکھ کی آبادی ہے اور اس کا شمار دنیا کے مالدار ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ قابل تعجب بات یہ ہے کہ سوئزرلینڈ میں مسلمانوں کی کل آبادی چھ فیصد بتائی جاتی ہے جب کہ میناروں کی حمایت میں 42.5 فیصد لوگوں نے ووٹ دیا جب کہ میناروں کی مخالفت کرنے والے 57.5 فیصد لوگ تھے یعنی دونوں گروپ میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا مگر چھ فیصد مسلمانوں کی حمایت میں 42.5 فیصد لوگوں کا اٹھ کھڑا ہونا یقیناً قابل غور ہے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ میناروں اور اسلامی شعائر پر پابندی کے مطالعہ نے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا ہے اور اس کی تعلیمات ہی کا اثر ہے کہ وہ اپنے اندر مسلمانوں کے متعلق نرم گوشہ پاتے ہیں جب کہ بہت سارے لوگ ڈینئل اسٹریچ کی طرح اسلام لا چکے ہیں۔

ڈینئل اسٹریچ ملک کی باوقار سیاسی پارٹی سوئس پیپلز پارٹی (ایس پی پی) کا بڑا لیڈر رہا تھا۔ پارٹی کی پالیسی سازی میں بھی اس کا گہرا اثر دیکھنے کو ملتا ہے۔ میناروں کے خلاف تحریک چلا کر سیاسی فائدہ حاصل کرنے کا شوشہ اسی نے چھوڑا تھا۔ پارٹی میں زبردست مقبولیت کا ہی نتیجہ تھا کہ انہیں سوئس آرمی میں ملٹری انسٹرکٹر بنا دیا گیا۔ پیدائشی طور پر عیسائی ہونے کے باوجود اس نے مخالفت کرنے کے لئے اسلام کا مطالعہ کیا لیکن اسلامی تعلیمات نے اس کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور بالآخر اس نے اسلام قبول کر لیا اور تمام سیاسی سرگرمیوں سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔ اس نے پارٹی سے بھی اپنی رکنیت ختم کرا لی اور برملا طور پر اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کر دیا۔ ڈینئل اسٹریچ نے ایس وی پی کی سرگرمیوں کو مسلمان مخالف بتاتے ہوئے انہیں شیطانی اقدامات قرار دیا۔ ڈینئل اسٹریچ کا کہنا ہے کہ پہلے وہ پابندی سے بائبل پڑھا کرتا تھا اور چرچ جایا کرتا تھا لیکن اب وہ قرآن پڑھتا ہے اور پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے۔ اسے اسلام میں زندگی کے ان تمام سوالات کا جواب مل گیا جو وہ عیسائیت میں کبھی نہیں پا سکتا تھا۔ جب کہ دوسری طرف ملٹری کے ذمہ داروں کو یہ خدشہ ہے کہ ڈینئل اسٹریچ ملٹری انسٹرکٹر رہے ہیں کہیں وہ مسلمانوں کو فوج کی رازدارانہ باتیں نہ بتا دیں۔ گویا مسلمان ان کے نزدیک ملک کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں جن کو اگر ملٹری کی باتیں معلوم ہو جائیں تو ملک کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ایس وی پی کے نیشنل کونسل ممبر کا کہنا ہے کہ ڈینئل اسٹریچ کا اس عہدے پر رہنا ملک کے تحفظ کے لئے خطرہ ہو سکتا ہے جب کہ سوئس آرمی کے ترجمانی کرسٹوفر بروز نے یہ کہہ کر معاملے کو ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہمارے آرمی کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اس سے فرق پڑتا ہے کہ ان کا پرفارمنس کیسا ہے۔

بہر حال پاسباں مل گیا کعبہ کو صنم خانے سے، جو اس کی عظمت و رفعت کے لئے کوشاں ہے۔ ڈینئل اسٹریچ سوئزرلینڈ میں جو شاندار مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے کچھ دولت مند افراد نے ان کی مالی امداد کرنے کا وعدہ بھی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اسلام کی عظمت کے لئے میناروں اور گنبدوں کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملک کا قانون میناروں پر ہی پابندی لگا سکتا ہے دل ودماغ پر نہیں۔

کچھ اہم و مفید مطبوعات

(از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

کاروانِ زندگی حصہ اول	200
کاروانِ زندگی حصہ دوم	200
کاروانِ زندگی حصہ سوم	160
کاروانِ زندگی حصہ چہارم	190
کاروانِ زندگی حصہ پنجم	160
کاروانِ زندگی حصہ ششم	170
کاروانِ زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ)	175
کاروانِ زندگی مکمل سیٹ	1255
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی	80
ارکان اربعہ	140
خواتین اور دین کی خدمت	40
کاروان ایمان وعزیمت	100
دعائیں	15
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ	150
سوانح مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ	150
نبی رحمت (ﷺ)	400
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں)	500
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں)	1000
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	150
اپنے گھر سے بیت اللہ تک	30
اصلاحیات	75

(از: حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی)

دو مہینے امریکا میں	90
جزیرۃ العرب	140
حج ومقامات حج	35
امت مسلمہ رہبر اور مثالی امت	110
سماج کی تعلیم وتربیت	80

(از حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ)

لبیک اللّٰھم لبیک	30
سوانح مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	250
مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	20
زبان کی نیکیاں	15
مجدد الف ثانیؒ	10
گلدستہ حمد وسلام	10
خانوادہ علم اللّٰہی	100
میزاب رحمت	150

(از: مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی)

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ	125
مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (اول)	80
مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (دوم)	120

(از: مولانا محمد الحسنیؒ)

تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہؒ	70

(از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ)

زاد سفر (دو جلدیں)	280
باب کرم	12
بچوں کی قصص الانبیاء (اول)	25
بچوں کی قصص الانبیاء (دوم)	23
بچوں کی قصص الانبیاء (سوم)	25
بچوں کی قصص الانبیاء (چہارم)	18
ہمارے حضور (ﷺ) (اردو)	30
ہمارے حضور (ﷺ) (ہندی)	20
موج تسنیم	
مناجات ہاتف	10
دیار حبیب (ﷺ)	5

(از: مخدومہ خیر النساء بہترؒ)

حسن معاشرت	20
کلید باب رحمت	15
ذائقہ	15
ذکر خیر	20

(از: حکیم عبدالحیؒ)

تعلیم الاسلام	15
نور الایمان	8

(از: ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ)

نماز سمجھ کر پڑھیے	8

(از: دیگر مصنفین)

بشریت انبیاء (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)	80
سیرت صدیقؓ (مولانا حبیب الرحمٰن شیروانیؒ)	25
عربی میں نعتیہ کلام (ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ)	150
امت مسلمہ کی مائیں (مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ)	35
اعمال قرآنی (مولانا اشرف علی تھانویؒ)	30
مثالی حکمراں (مولانا عبدالسلام قدوائیؒ)	25
عربی زبان کے دس سبق 〃	15
خلافت راشدہ (مولانا غلام رسول مہرؒ)	15
خلافت بنی امیہ 〃	10
خلافت عباسیہ 〃	15
بہشتی ثمر (اول) (مولانا عیسیٰؒ)	30
بہشتی ثمر (دوم) 〃	25
تعلیم القرآن (مولانا اویس نگرامی ندویؒ)	35
بکھرے موتی (مولانا نیاز احمد بستوی)	20
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمٰن امرتسریؒ)	30
کتاب الصرف (حافظ عبدالرحمٰن امرتسریؒ)	35
ہدایۃ النحو (سراج الدین عثمانی اودھی)	60
کلیلہ ودمنہ	60

مکتبہ اسلام روف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042
Mob: 9559804335

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

Rizwan

لکھنؤ

Rs. 15/-

LW/NP-184/2012-14 R.N.I. No. 2416/57 Monthly Ph: 0522-2270406

RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018 Mob: 9415911511

DESIGNED BY HAMID. Mob: 9889654027 PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی مقبول معروف کتابیں

کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مورخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات وتجربات، احساسات وتاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث وتحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مورخانہ وحقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ وسرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہوگیا۔

☆ ایک تاریخی دستاویز۔ ☆ ادبی مرقع۔ ☆ دعوت فکروعمل۔

(فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت وطباعت سے آراستہ)

قیمت کاروان زندگی حصہ اول	200
قیمت کاروان زندگی حصہ دوم	200
قیمت کاروان زندگی حصہ سوم	160
قیمت کاروان زندگی حصہ چہارم	190
قیمت کاروان زندگی حصہ پنجم	160
قیمت کاروان زندگی حصہ ششم	170
قیمت کاروان زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ)	175
قیمت کاروان زندگی مکمل سیٹ	1255

خواتین اور دین کی خدمت

مسلم خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت Rs. 40

ذکر خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے۔

قیمت Rs. 30

دو ہفتے ترکی میں

ترکی کا سفرنامہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا شگفتہ ودلآویز طرز بیان۔

قیمت Rs. 20

کاروان ایمان وعزیمت

قافلۂ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ قدس سرہٗ کی تحریک اصلاح وجہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم وفضل وعزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

(خوبصوت کتابت وطباعت)

قیمت: Rs. 100

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن وجامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض وتاثیر اور معرفت وسلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔

قیمت Rs. 150

مکتبہ اسلام رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042
Mob: 9559804335

بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد نمبر ۵۷ — شمارہ نمبر ۱۰

اکتوبر ۲۰۱۳ء

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی

سالانہ زرتعاون

برائے ہندوستان :	۱۵۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک :	۳۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ :	۱۵ روپے
لائف ٹائم خریداری	۵۰۰۰ روپے

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)
172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9580695643

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
حدیث کی روشنی میں	امۃ اللہ تسنیم	۴
تقویٰ کی حقیقت	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۶
تزکیہ نفس اور اخلاقی اور روحانی	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۹
زکوٰۃ وصدقات کے دینی ودنیوی فوائد وثمرات	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۱۴
فہم قرآن کی کنجی		۱۷
گالی اور اس کے اثرات	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۹
کامیابی کا سفر	ڈاکٹر سید محی الدین علوی	۲۳
میرا نشیمن بھی تو شاخ نشیمن بھی تو!	یاسمین حمید	۲۵
حضرت ام معبد الخزاعیہؓ	ترجمہ: محمود احمد غضنفر	۲۸
بزم رفتہ کی سچی کہانیاں	مولانا محمد قمر الزماں ندوی	۳۳
سوال وجواب	مفتی راشد حسین ندوی	۳۶
باادب بیوی		۳۷
سوئزرلینڈ میں مساجد کے خلاف مہم		۳۹-۴۰

اپنی بہنوں سے

مصر میں مدت دراز کے بعد جمہوریت آئی اور فوجی ڈکٹیٹر کی حکومت ختم ہوئی اور الیکشن میں ملحدوں اور مغربی تہذیب کے غلاموں کی شکست ہوئی اور اسلامی جماعت اخوان المسلمین کی فتح ہوئی، پارلیمنٹ کے الیکشن میں مسلمان ممبران جیت کر آئے اور ملک کے صدارتی الیکشن میں اخوان کے نمائندہ محمد مرسی بھاری اکثریت سے جیت کر ملک کے صدر بنے اور پورا ملک خوشی سے جھوم اٹھا، محمد مرسی نے صدر بننے کے بعد ملک میں اصلاحات کیں عوام وخواص کو اظہار رائے کی آزادی دی، ٹیکسوں میں کمی کی اور صنعت وتجارت میں ملک کو خود کفیل کرنے کی کوششیں کیں۔ اور اسلام کے خلاف بنے ہوئے قوانین کو ختم کیا۔ سابق صدر حسنی مبارک جو اسرائیل کو بہت سستے داموں پر گیس سپلائی کر رہا تھا اور اس سے کئی گنا داموں پر ملک کے عوام کو گیس دے رہا تھا اس کو ختم کر ملک میں گیس سستی کی اور اسرائیل کو بازار بھاؤ پر گیس دینے کا حکم دیا اسی طرح تمام مسلمان ملکوں سے تعلقات اچھے کیئے ان تمام باتوں سے امریکہ اور اسرائیل نے مصری فوج سے سازش کر کے جمہوری اسلامی حکومت کو ختم کرادیا اور ہزاروں مسلمانوں کو نماز پڑھتے گولیوں کی بارش سے شہید کرایا اور اخوان کی اسلامی عوام دوست حکومت کو ختم کرادیا اور اسرائیل کو پھر نہایت سستے داموں گیس سپلائی شروع کرادی گئی۔ ہزاروں علماء کو جیلوں میں بند کردیا گیا اور دینی تقریروں پر پابندی لگادی گئی شراب اور جوا عام کردیا گیا، مسجدوں میں پابندیاں لگادی گئیں سرعام مسلمانوں کی داڑھیاں مونڈی گئیں بے شمار پردہ کرنے والی خواتین کو شہید کردیا گیا۔

مصری فوجی جنرل سیسی نے ملحدوں کی غنڈہ گردی کا ریکارڈ توڑ دیا ظلم وجبر کا ایسا ماحول بنادیا ہے کہ عوام دین کا نام لیتے ڈریں۔

لیکن شاباش ہے مصری مسلمانوں کو جنہوں نے جوان بیٹوں اور جوان بیٹیوں کی شہادت قبول کی، لیکن اسلام کا دامن نہیں چھوڑا، اللہ اور اس کے رسول سے رشتہ نہیں توڑا بلکہ اس کو اور مضبوط کیا، مصری ظالم وملحد فوج کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوگئے اور اللہ اکبر کی صدا اسی طرح بلند کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مصری بہن بھائیوں کو مزید قوت عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ ان کی قوت ایمانی کے سامنے اسرائیلی اور امریکی ایجنٹوں کا ظلم مٹی میں مل جائے اور ایمان ویقین کی باد بہاری پھر مصر کی فضاؤں میں چلنے لگے۔ آمین

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

ثابت قدمی اور استقامت

دو باتیں

حضرت ابوعمرۃ سفیان بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اسلام کے بارے میں ایسی بات بتلا دیجئے کہ میں پھر کسی سے نہ پوچھوں، آپ نے فرمایا کہو آمنت باللہ اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔(مسلم)

کوئی محض اپنے عمل سے نجات نہ پائے گا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعتدال سے کام لو اور میانہ روی اختیار کرو، یاد رکھو کہ کوئی محض عمل کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ انہوں نے کہا نہ آپ؟ فرمایا نہ میں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانپ لے۔(مسلم)

فتنوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک اعمال میں جلدی کرو۔ عنقریب رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے۔ صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، آدمی اپنے دین کو دنیا کے تھوڑی نفع کے لئے بیچے گا۔(مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سونا رکھے رہنے سے بیقراری

حضرت عقبہؓ بن الحارث سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کے وقت نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا اور جلدی سے لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے اپنی کسی بیوی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی اس قدر جلدی سے گھبرا گئے۔ جب آپ تشریف لائے اور ان کو اپنی جلدی کی وجہ سے تعجب کرتے دیکھا تو فرمایا کہ میں کچھ سونا رکھ کر بھول گیا تھا مجھے اس کا روک رکھنا ناپسند ہوا اس کی تقسیم کا حکم دینے گیا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کچھ سونا صدقہ کا گھر میں چھوڑ دیا تھا۔ مجھے ناپسند ہوا کہ اس کو رات گذارنے دوں۔

جنت کا شوق اور شہادت کی عجلت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یہ فرمائیے کہ اگر میں قتل کیا جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ آپ نے فرمایا جنت میں۔ پس جو کچھ اُن کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں پھینک دیں، پھر جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(بخاری۔مسلم)

صدقہ کا صحیح وقت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ کون سا صدقہ اجر میں زیادہ بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں کہ تم تندرست ہو، مال کی حرص رکھتے ہو، فقر سے ڈرتے ہو اور دولت کی امید کرتے ہو۔ پھر ڈھیل نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ حلق کو روح پہنچ جائے اور کہو یہ فلاں کے لئے ہے۔ یہ فلاں کے لئے ہے۔ حالانکہ وہ تو فلاں کے لئے ہو چکا۔(بخاری۔مسلم)

خیر میں ایک دوسرے سے مسابقت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن ایک تلوار لی اور فرمایا یہ کون لے گا۔ ہر آدمی

نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور ہر ایک کہتا تھا میں میں۔ آپ نے فرمایا کون اس کو حق کے ساتھ لے گا۔ یہ سن کر لوگ ہٹ گئے۔ حضرت ابودُجانہؓ نے کہا میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لوں گا پھر اس کو لیا اور اس سے دشمنوں کے سر پھاڑ دیئے۔(مسلم)

بد سے بدتر

حضرت زبیرؓ بن عدی سے روایت ہے کہ ہم انسؓ بن مالک کے پاس آئے اور ہم نے حجاج کی بدسلوکیوں کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا صبر کرو۔ ایسا زمانہ آئے گا کہ شر ہی شر ہوگا۔ یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملو۔ میں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔(بخاری)

انتظار کس بات کا ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات چیزوں سے پہلے اچھے اعمال میں جلدی کرو، اگر ایسا نہیں کرتے تو ایسے فقر کا انتظار کرتے ہو جو بھلا دینے والا ہو۔ یا ایسی دولت کا جو سرکش بنا دینے والی ہو یا ایسے مرض کا جو بگاڑ دینے والا ہو۔ یا ایسے بڑھاپے کا جو سٹھیا دینے والا ہو۔ یا ایسی موت کا جو کام تمام کر دینے والی ہو۔ یا دجال کا جو نہایت بری غیر موجود چیز ہے؟ جس کا انتظار کیا جائے۔ یا قیامت کا۔ پس قیامت بہت سخت اور نہایت کڑوی چیز ہے۔(ترمذی)

دینی شرف کی خواہش اور ارمان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا البتہ یہ نشان میں ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اُس کے رسول کو چاہتا ہے اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے سرداری کی اسی روز خواہش کی۔ میں اس امید پر اپنے کو بلند کرتا تھا کہ میں بلایا جاؤں۔ آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا اُن کو وہی نشان دیا اور فرمایا جاؤ اور کسی طرف متوجہ نہ ہونا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم کو فتح دے۔ حضرت علیؓ کچھ دور چلے پھر ٹھہرے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے، وہیں سے آواز دی یا رسول اللہ میں کس بات پر لوگوں سے جنگ کروں۔ آپ نے فرمایا ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ گواہی دیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس اگر انہوں نے گواہی دے دی تو انہوں نے تم سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیا۔ ہاں جان و مال کے مطالبہ میں اُن سے دار و گیر کی جاسکتی ہے اور اُن کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔(مسلم)

اللہ سے قربت اور اس کی محبوبیت کے آثار

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میرے دوست سے دشمنی رکھے گا اُس سے لڑائی کا اعلان ہے اور میرے بندوں کا میرے فرائض سے نزدیکی حاصل کرنا جس قدر مجھ کو محبوب ہے اس قدر اور کسی نیکی کی نزدیکی مجھ کو محبوب نہیں۔ اور برابر میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ساتھ قریب ہوتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں اس کو دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے گا تو میں اس کو دوں گا۔(بخاری)

اللہ کی بندہ نوازی

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب میرا بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔(بخاری)

تقویٰ کی حقیقت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلام نے جتنی عبادتیں فرض کی ہیں، ان میں انسان کی تربیت اور اصلاح کا پہلو بھی ملحوظ ہے، روزہ بھی ان ہی عبادتوں میں سے ایک ہے، جس میں نفس کی تربیت اور تزکیہ کی غیر معمولی صلاحیت ہے، قرآن مجید نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ تم پر روزہ اس لئے فرض کئے گئے ہیں، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو: "کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون"۔ (البقرۃ:183) "تقویٰ" کا لفظ عربی زبان میں "وقایہ" سے ماخوذ ہے، وقایہ کے معنیٰ انتہائی درجہ حفاظت کے ہیں، الوقایۃ فرط الصیانۃ (تفسیر کبیر:381/1) تقویٰ کے معنیٰ جہاں بچنے کے ہیں وہیں خوف اور خشیت کے بھی ہیں اور قرآن مجید میں مختلف مواقع پر یہ لفظ اسی معنیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے، (دیکھئے: النساء: 1، الشوریٰ: 106، آل عمران:102) گویا محض اللہ تعالیٰ کے خوف سے آدمی اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے اسی کا نام "تقویٰ" ہے۔

اسی کو سلف صالحین نے مختلف الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے، خود حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جب تک بندہ گناہ کی باتوں سے بچنے کے لئے از راہ احتیاط بعض جائز باتوں سے بھی اجتناب نہ کرے متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، (تفسیر کبیر:381/1) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مثال کے ذریعہ تقویٰ کو سمجھایا، حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کسی خار دار راستہ سے گذرے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں، حضرت اُبیؓ نے دریافت کیا کہ اس موقعہ سے آپؓ نے کیا کیا؟ فرمایا: میں نے پائنچے اُٹھا لئے اور احتیاط سے کام لیا "تشمرت وحذرت" حضرت اُبیؓ نے فرمایا کہ اسی کا نام تقویٰ ہے، (تفسیر قرطبی:162/1) گویا دنیا ایک رہگذر ہے جو خار دار جھاڑیوں سے گھری ہوئی ہے، یہ جھاڑیاں خواہشات اور گناہوں کی ہیں، جو انسان کے دامن عمل سے لپٹ جانا چاہتی ہیں، متقی شخص وہ ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے دامن کو خدا کی نافرمانیوں اور عصیان شعاریوں سے بچا کر دنیا کا یہ سفر طے کر لے۔

اس طرح تقویٰ ایک جامع لفظ ہے، جو خیر کی تمام باتوں کو شامل ہے، (قرطبی:262/1) چنانچہ مشہور بزرگ شیخ ابو یزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے کہ جو کچھ کہے، اللہ کے لئے کہے، اور جو کچھ کرے اللہ تعالیٰ کے لئے کرے: "من اذا قال قال اللہ و من اذا عمل عمل اللہ" (حوالۂ سابق:161/1) تقویٰ کے اسی وسیع مفہوم کو قرآن مجید نے سورۂ بقرہ کے شروع میں بیان فرمادیا ہے کہ: متقی وہ لوگ ہیں جو غیب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو کچھ ہم نے عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (البقرۃ:3-4)

اس سے معلوم ہوا کہ تین باتوں کو تقویٰ میں بنیادی اہمیت حاصل ہے، ان میں پہلی چیز عقیدہ وایمان کی اصلاح ہے، یہ اسلام کی خشت اول ہے اور اسی پر دین کی پوری عمارت کھڑی ہے، ایمان کا حاصل یہ ہے کہ خدا و رسولؐ کی بتائی ہوئی ان دیکھی باتوں پر اس کا یقین ایسا ہو جیسا انسان کو دیکھی ہوئی باتوں کا یقین ہوتا ہے، "یقین" بہ ظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے،

لیکن درحقیقت کسی بات کا یقین انسان کی زندگی میں بہت بڑی انقلاب کا داعی ہوتا ہے، اگر لوگوں کے مجمع میں پلاسٹک کا مصنوعی سانپ بنا کر رکھ دیا جائے یا کسی عجائب خانہ میں شیر کا بھیانک مجسمہ بنا ہوا ہو تو کتنے ہی بڑے اور چھوٹے، بچے اور جوان، مرد اور عورت اس کو ہاتھ لگاتے ہیں، اس سے کھیلتے ہیں اور بعض منچلے تو اس کی سواری کرنے سے بھی نہیں چوکتے، لیکن اگر لوگوں کے مجمع میں اس سے بہت چھوٹا حقیقی اور زندہ شیر آجائے یا سانپ نکل آئے تو ہر شخص کا خوف سے برا حال ہوگا، اچھے اچھے بہادروں کو بھی راہ فرار مطلوب ہوگی، نہ کھیل ہوگا نہ تماشہ ہوگا، نہ تبصرہ کی ہمت ہوگی، یہ "یقین" کا فرق ہے، حالانکہ شکل و صورت کے اعتبار سے دونوں شیر اور سانپ ہیں، لیکن آدمی جس چیز کے بارے میں شیر اور سانپ ہونے کا یقین نہ رکھتا ہو تو خواہ بہ ظاہر وہ کتنا ہی بھیانک نظر آئے، اس سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا ہے اور جب شیر ہونے کا یقین ہو جائے تو سوچ کے انداز ہی بدل جاتے ہیں۔

"ایمان" ایسے ہی انقلاب انگیز یقین کا نام ہے، جو دلوں کی دنیا میں ہلچل پیدا کردے اور فکر و نظر کی کائنات میں انقلاب کا پیغمبر ثابت ہو، خدا پر ایمان انسان میں ایسی کیفیت پیدا کردے، کہ گویا وہ اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہے اور اس کے دامن کو تھامے ہوا ہے، خدا کی محبت اس کے دلوں سے اُمنڈنے لگے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر چل کر وہ اتنا خوش ہو، کہ گویا اس نے سب سے بڑی نعمت پالی ہے، خدا کے عذاب کا خوف اس کو لرزادے اور اس کی آنکھوں کو اشکبار کئے بغیر نہ رہے، اسے ایسا لگے کہ جیسے جنت اور دوزخ اس کے سامنے رکھی ہوئی ہے، خدا کی کتاب پر اس کو اس درجہ کا یقین حاصل ہو کہ آنکھوں دیکھی باتوں پر بھی آدمی کو اس درجہ اطمینان نہیں ہوتا، اسے یوں لگے کہ جیسے یہ کتاب اسی کو مخاطب کر رہی اور اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام اور سرگوش ہے، اس کیفیت کے بغیر ہمارا ایمان ناقص اور ناتمام ہے، ایک بے روح ایمان جو نہ گناہوں سے ہمارے قدموں کو روک سکے اور نہ نیکیوں کی طرف ہمیں لے جا سکے، تقویٰ کے لئے یہ پہلا زینہ ہے۔

دوسری چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا: "اقامۃ الصلاۃ" یعنی نمازوں کا قائم کرنا ہے، نماز کیا ہے؟ اپنے آپ کو خدا کے آگے بچھا دینا اور سر سے پاؤں تک اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے سانچہ میں ڈھال لینا۔ زبان خدا کے ذکر سے تر ہے، ہاتھ نیازمندانہ خدا کے سامنے بندھے ہوئے ہیں، آنکھیں ایک غلام کی طرح جھکی ہیں، جسم بے حرکت کھڑا ہے، پھر جب نمازی رکوع میں جاتا ہے تو فروتنی اور بڑھ جاتی ہے، پشت خمیدہ، سرافگندہ، زبان پر تسبیح، اب سجدہ کی منزل ہے، جو عجز وانکساری اور بے بسی کا نقطۂ عروج ہے، سر، پیشانی اور ناک انسان کے عزت و وقار کا سب سے بڑا مظہر ہے، لیکن خدا کے سامنے یہ سب زمین پر خاک آلود ہیں، ہاتھ بچھے ہوئے ہیں، جسم کے ایک ایک انگ سے خود سپردگی اور غلامی و بندگی ظاہر ہے، قدم قدم پر خدا کی کبریائی کا نعرہ ہے، اس کی حمد و ثناء کا زمزمہ ہے، الحاح والتجا ہے، تضرع و دُعاء ہے، اپنی گنہگاری کا اقرار و اعتراف ہے، واقعہ یہ ہے کہ نماز خدا کی بندگی کا ایسا فطری اور اثر انگیز طریقہ ہے، کہ اس کی ایک ایک کیفیت سے روح وجد میں آئے اور انسان کو خدا سے اپنی قربت کا احساس ہونے لگے، اس کو یوں محسوس ہونے لگے جیسے وہ خدا کے سامنے کھڑا ہے۔

پس یہ نماز ایک عنوان ہے اور اس کے ذریعہ انسان کو ان تمام اعمال کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا ہے، کہ خدا کا کوئی حکم مسلمان سے ٹوٹنے نہ پائے، ایسا نہ ہو کہ انسان اپنی خواہشات اور چاہتوں کا ایسا دیوانہ ہو جائے کہ اللہ کی مرضیات اور اس کی چاہتیں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں، وہ خدا کے حکم کو ہر حکم پر مقدم رکھے اور جہاں نفس کو گراں گذرے وہاں بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ کو اپنے آپ پر نافذ کرے۔

متقیوں کی تیسری صفت "انفاق" ہے، انفاق کے معنیٰ خرچ کرنے کے ہیں، قرآن کے بیان کے مطابق تقویٰ والوں

کی ایک اہم صفت یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی کم وبیش عطا ہوتا ہے، وہ اس کا ایک حصہ اپنے غریب بھائیوں پر خرچ کرتا ہے، دراصل دنیا میں جو چیز سب سے زیادہ دامن نفس کو کھینچتی اور اپنا فریفتہ کرتی ہے وہ مال ودولت ہے، اس کی حرص اولاً خدا سے بے توجہ کرتی ہے، پھر دولت و ثروت کا نشہ دل ودماغ پر چڑھتا ہے اور کبرو غرور انگڑائیاں لینے لگتے ہیں، یہی کبر دین و اخلاق کے لئے سم قاتل ہے، اس سے خودغرضی پیدا ہوتی ہے، ایثار کا جذبہ مفقود ہوتا ہے اور وہ لوگوں کے حقوق کو ایک بوجھ سمجھنے لگتا ہے ''انفاق'' اسی کا علاج ہے، گویا انفاق سے صرف دوسرے انسانوں کی مالی اعانت ہی مراد نہیں ہے، بلکہ یہ ''حقوق العباد'' کے لئے ایک عنوان کے درجہ میں ہے، کہ جیسے انسان خدا کے حقوق ادا کرے، اسی طرح خدا کی مخلوق کے حقوق کی بھی رعایت کرے، اس لئے کہ خدا کا حق اپنی ضرورت سمجھ کر ادا کرے، اسی طرح خدا کی مخلوق کے حقوق کی بھی رعایت کرے، اس لئے کہ اپنی ضرورت سمجھ کر ادا کرنا ہے، خدا انسان کی عبادت اور بندگی کا محتاج نہیں اور لوگوں کے حقوق کا ادا کرنا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر ہے، کہ انسان محتاج اور ضرورت مند ہے، اسی لئے بعض وجوہ سے حقوق الناس کی اہمیت حقوق اللہ سے بھی زیادہ ہے۔

اس طرح تقویٰ تین باتوں کو شامل ہے، دل میں ایمان ویقین کی حقیقی کیفیت کو پیدا کرنا، ایسا یقین جو دل کی دنیا کو بدل دے اور خدا کی مرضیات کو بجالانے میں اسے لطف آنے لگے، دوسرے وہ اللہ کے حقوق کو ادا کرنے والا ہو، فرائض وواجبات کو پورا کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو، تیسرے وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے والا ہو، مال کے ذریعہ بھی غریب بھائیوں کا تعاون کرتا ہو اور اپنی زبان سے بھی لوگوں کی عزت وآبرو کو محفوظ رکھتا ہو، اس طرح تقویٰ پوری انسانی زندگی کو شامل ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ اس سے باہر نہیں۔

انسان کو چاہئے کہ جیسے وہ اپنی جسمانی بیماریوں کو تلاش کرتا ہے، اسی طرح اپنی روحانی بیماریوں کو بھی تلاش کرے اور ان کے علاج کی طرف متوجہ ہو، کسی کی بیماری ایمان وعقیدہ میں چھپی ہوئی ہے وہ نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، لیکن توہمات کا شکار ہے اور خدا سے نفع ونقصان کے بجائے دنیا کی چیزوں سے نفع ونقصان کا یقین اپنے دل میں بٹھائے ہوئے رہے، خدا کے خزانہ غیبی سے زیادہ دنیا کے اسباب پر اس کا یقین ہے، تو اس کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان کی اصلاح کرے، اگر ایک شخص نیکیوں کے تمام کام کرتا ہو، لیکن نماز کی توفیق سے محروم ہو تو نماز کا اہتمام ہی اس کے لئے تقویٰ کی کسوٹی ہے، عبادت کا اہتمام کرتا ہو، لیکن لوگوں کے حقوق میں غافل ہو، غریب بھائیوں پر خرچ کرنا اس کی ڈکشنری میں نہ ہو تو اس کے لئے تقویٰ کا معیار ''انفاق'' ہے، اگر نماز وروزہ کی بھی توفیق ہو، اللہ کے راستہ میں خرچ بھی کرتا ہو، لیکن اس کے اخلاق اچھے نہ ہوں، اس کی زبان لوگوں کی عزت ریزی پر کمربستہ رہتی ہو، اس کا سینہ کینوں اور کدورتوں سے معمور ہو، لوگ اس کی ترش روئی سے گھبراتے اور اس کی تندکلامی سے خوف کھاتے ہوں تو اخلاق میں اس کا تقویٰ چھپا ہوا ہے، اگر وہ اس کی اصلاح کرلے، تو ''متقی'' ہے۔

غرض تقویٰ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھتا ہے اور تقویٰ کی منزل تک پہنچنا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان اپنی روحانی بیماری کی شناخت کرے اور جہاں گناہ کا پیپ ہے وہیں اصلاح کا نشتر لگائے، اگر اللہ تعالیٰ نے کچھ نیکیوں کی توفیق فرمائی، تو اس سے دھوکہ نہ کھائے کہ کسی مرضی کے لئے اس سے زیادہ نقصان دہ کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنے آپ کو صحت مند تصور کرنے لگے، روزہ کا مقصد ایک مسلمان کو تقویٰ کی منزل تک پہنچانا ہے، اب کہ رمضان المبارک کے آخری ایام ہیں، ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں اور احتساب کا آئینہ اپنے رخ زندگی کے سامنے کردیں اور دیکھیں کہ کیا ہم نے تقویٰ کی طرف سفر شروع کردیا ہے اور اگر شروع نہیں کیا تو کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا؟

❖❖❖

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

تزکیہ نفس اور اخلاقی اور روحانی تربیت میں نماز کا کردار

یوں تو ہر نماز اپنی ظاہری ہیئت اور حرکت میں یکساں ہوتی ہے، تمام نمازوں میں اعمال ظاہری یعنی قیام وقعود اور رکوع و سجود وغیرہ میں یکسانیت پائی جاتی ہے لیکن نماز اپنی کیفیت، لذت محبت اور حلاوت ایمان اور یقین، قرب، حضوری اور خشوع و خضوع کے لحاظ سے ہزاروں درجے رکھتی ہے بلکہ ہزاروں کا لفظ بھی نمازوں کے درمیان فرق اور تفاوت کو واضح نہیں کرتا ہے۔ یہ اس لئے کہ دل کی دنیا یا باطن کی دنیا اس ظاہری اور محسوس اور ملموس دنیا سے کہیں زیادہ وسیع ہے، اتنی زیادہ وسیع ہے کہ یہ پورا کرۂ ارض اور اس کے سیارے اس کے صرف ایک گوشہ میں سما جائیں، انسان کی تمنائیں بے شمار، اس کی آرزوئیں بے شمار، اس کے حوصلے اور جذب وشوق کی کوئی انتہا نہیں، اس مادی دنیا میں اس کی تمام فتوحات اس کے حوصلوں کا عکس ہیں، اسی طرح غیر مادی دنیا میں بھی اس کے حوصلے اور اس کے مجاہدات ہر مرحلہ شوق کو طے کرلیتے ہیں اور ہر مرحلے میں یہ آواز اس کے کانوں میں آتی ہے ''مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں'' ایک عام انسان اپنے مجاہدات اور ریاضات کے ذریعے اور قلب کی صفائی کے ذریعے عارفین اور اہل یقین اور مقربین کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور روحانیت کے خزانہ عامرہ تک اس کی رسائی ہوجاتی ہے۔ اس لطیف مضمون کو اقبال نے اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے:

حسن کا گنج گرانمایہ تجھے مل جاتا
تونے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانہ دل

اسی لئے نماز کی جو باطنی حیثیت ہے اس کے درجات بھی بے حد وحساب ہیں اور اسی لئے ہر ایک کی نماز دوسرے کی نماز سے کیفیت میں مختلف ہوتی ہے، انسان اپنی کوششوں سے ایک حال سے دوسرے حال تک ترقی کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ درجہ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

''جن چیزوں سے میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے، ان میں فرائض سے محبوب اور کوئی چیز نہیں۔ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ مقابلہ کرتا ہے اور پکڑتا ہے، پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جب وہ مجھ سے کسی چیز کا سائل ہوتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور جب وہ پناہ چاہتا ہے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔'' (بخاری)

یہ ایک بہت اہم حدیث ہے جس سے انسان کے اللہ کے قرب خاص کا اور اس کی کیفیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ درجہ کمال ہے، کمال سے بعض سجدے ایسے نصیب ہوتے ہیں جو سجدہ قربت ''واسجد اقترب'' میں بدل جاتے ہیں اور زوال سے بعض سجدے ایسے ہوتے ہیں کہ زمیں بھی سجدہ کرنے والے سے شکوہ سنج رہتی ہے اور پکار پکار کر کہتی ہے:

ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

''قرآن مجید میں دو طرح کی نمازوں کا ذکر ہے **''ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون''** یعنی بربادی ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے **''قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون''** یعنی وہ اہل ایمان فلاح پاگئے جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے

والے ہیں۔ اسی طرح حدیث میں بھی دو قسم کی نمازوں کا ذکر آیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''جو میرے وضوع کرنے کی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور اس میں اپنے دل کے اندر کوئی خیال نہ لائے تو اس کے سارے گذشتہ گناہ معاف کردئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم) یہ حدیث بہت شوق انگیز ہے۔ دوسری نماز کے بارے میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آپ ؐ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی نماز سے فارغ ہوجاتا ہے اور اس کو اس کی نماز کا صرف دسواں حصہ نصیب ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ بعض نمازیں انسان کی منہ پر ماردی جائیں گی، اسی طرح آپ ؐ نے فرمایا کہ سب سے برا آدمی وہ ہے جو اپنی نماز چراتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو انسان کس طرح چراتا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا رکوع ٹھیک سے کرتا ہے نہ سجدہ۔ (نسائی)

ایک اچھے اور سچے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کو اپنا مونس اور اپنی قوت اور اپنی طاقت بنائے اور جب بھی کوئی مشکل پیش آئے، کوئی سانحہ اور کوئی آفت درپیش ہو، کوئی پریشانی لاحق ہو، زندگی کی کشتی کسی گرداب بلا میں پھنس جائے تو فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو اور رب کریم کا دروازہ کھٹکھٹائے اور جب تک مراد پوری نہ ہو اس کے در پر پڑا رہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین کا معاملہ نماز کے ساتھ ایسا ہی تھا۔ ان کو نماز پر اس سے زیادہ ناز اور اعتماد تھا جتنا سپاہی کو اپنی شمشیر پر اور جتنا مدبر کو اپنی تدبیر پر ہوتا ہے۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اصلی اور حقیقی نماز کیسے میسر آتی ہے۔ وہ نماز جو سرتاپا نیاز ہو جو مجسم قرب و وصال ہو، وہ سجدہ جو قربت ہو، وہ قیام جو مجسم نوری اور حضوری ہو کیسے حاصل ہوسکتا ہے، اس کا مختصر جواب یہ کہ قلب کی حالت جس قدر درست ہوگی نماز اسی قدر بہتر ہوگی۔ اگر نماز کے علاوہ اوقات میں انسان یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ دنیا کے جنجال میں، بکھیڑوں میں اس کا دل اور دماغ اتنا زیادہ پھنسا ہوا نہیں ہے کہ ذکر سے بالکل غافل ہوجائے تو تھوڑی سی توجہ سے اس کی نماز درست ہوسکتی ہے۔ ہر ہر مرحلے میں جو ذکر کا حکم ہے اور قدم قدم پر جو مسنون دعائیں ہیں ان کی معنویت یہی ہے کہ قلب درست اور روح تندرست ہو اور انسان کو عبادت کی حلاوت ہوسکے۔ خشوع اور خضوع والی نماز کے لئے ضروری ہے کہ انسان کا قلب خاشع ہو اور لسان ذاکر ہو اور کوئی پریشانی اور کوئی فکر اور کوئی ٹینشن انسان کو ذکر سے نہ ہٹائے بلکہ پریشانی کی حالت میں ذکر الٰہی بھی زیادہ ہو، وضو کے وقت سے ہی خشوع و خضوع والی نماز کے لئے خود کو تیار کرنا چاہئے اور یہ ذہن میں ہونا چاہئے کہ وہ بہت بڑے دربار میں حاضر ہونے والا ہے، وضو کرنے کے ساتھ ذہن پر اس خیال کو حاوی ہونا چاہئے، اسی کے ساتھ نماز کو بہتر بنانے کے لئے بزرگوں کے فرمودہ اور آزمودہ چند مجرب نسخے بھی درج کئے جاتے ہیں، ان سب کا یا ان میں سے بعض کا تجربہ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نماز کے علاوہ اوقات میں قلب کی حالت جتنی بہتر ہوگی نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنا اتنا ہی آسان ہوگا۔

1-نماز پڑھنے والا نماز میں قرب و حضوری کا احساس پیدا کرے۔ وہ یہ محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالیہ کے سامنے اور اس کی بارگاہ میں کھڑا ہے اور اس کی بندگی میں مصروف ہے۔ اس کے سامنے سربسجود ہے۔ وہ اتنے بڑے دربار میں ہے کہ اسے تمام دوسرے خیالات کو جھٹک دینا چاہئے اور اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے جس طرح انسان کسی فرماں رواں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کی طرف متوجہ رہتا ہے، اسی طرح اسے اس کا یقین اور اذعان ہونا چاہئے کہ وہ مالک الملک اور رب العالمین کے دربار میں حاضر ہے۔ قیام رکوع وسجود ہر حالت میں دل میں یہ احساس جمانا چاہئے۔ حالت احسان اسی کو کہتے ہیں کہ عبادت اس طرح کی جائے گویا کہ بندہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا خدا بندے کو

دیکھ رہا ہے۔

2-اتباع رسول کی نیت بھی نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرتی ہے۔ قرآن میں ہے: اے نبی کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اتباع رسول اور محبت رسولؐ کے جذبے کے ساتھ نماز کی ادائیگی بھی نماز میں کیفیت اور حلاوت پیدا کرسکتی ہے۔ اسی کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے:

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

3-نماز شروع کرنے سے پہلے حسن عبادت اور خشوع وخضوع کی کیفیت کے لئے دعا مانگنا بھی مفید ہوسکتا ہے "**اللھم اعنا علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک، اللھم انی اسئلک حبک و قربک و رضاک**" ان دعاؤں کو پڑھے اور اس کے بعد نماز شروع کرے۔

4-خشوع وخضوع کی ایک اہم تدبیر یہ ہے کہ نماز میں ایک ایک لفظ کو علم اور ارادہ کے ساتھ ادا کرے یعنی یہ سوچے کہ اب ''الحمد'' کہہ رہا ہوں اب ''اللہ'' کہہ رہا ہوں اب ''رب العالمین'' زبان سے ادا کررہا ہوں۔ اسی طرح رکوع وسجود اور قعدہ کی حالت میں جو کچھ پڑھے پورے شعور اور احساس کے ساتھ پڑھے، یعنی رکوع میں یہ احساس رکھے کہ وہ رکوع میں ساتھ پڑھے، یعنی رکوع میں یہ احساس رکھے کہ وہ رکوع میں ہے اور "**سبحان ربی العظیم**" کہہ رہا ہے۔ سلام پھیرنے تک قلب کے استحضار کے ساتھ تمام ارکان ادا کرے اور جو کچھ پڑھے پورے شعور کے ساتھ ان کو ادا کرے۔

5-اگر وہ عالم ہے اور عربی زبان سے واقف ہے تو اہم تدبیر یہ ہے کہ معانی کا استحضار کرے اگر وہ عالم نہیں ہے اور عربی زبان سے واقف نہیں ہے تو کم از کم نماز میں چند سورتوں کی آیتوں کا ترجمہ اسے سیکھنا چاہئے اور رکوع وسجود وغیرہ میں جو پڑھا جاتا ہے ان کے معانی کا اسے علم ہونا چاہئے۔ بازار میں نماز کے ترجمے کی کتابیں ملتی ہیں۔

6-ایک اہم طریقہ یہ بھی ہے کہ نماز میں سامنے بیت اللہ شریف کا استحضار کرے اور یہ تصور کرے کہ خانہ کعبہ اس کے سامنے ہے وہ خانہ کعبہ کو قبلہ بنا کر نماز ادا کررہا ہے۔

7-جہری نماز کو اس طرح پڑھے کہ الفاظ کانوں میں آئیں اور سری نماز کی قرأت کو اور رکوع اور سجدہ اور قعدہ میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے ان سب کو آواز کے ساتھ تو نہ پڑھے لیکن بے آواز بھی اس طرح پڑھے کہ دوسرے لوگ تو نہ سنیں لیکن وہ خود ان کو سن سکے اس طرح سے پڑھنے سے نماز کی طرف اس کی توجہ زیادہ ہوگی۔

خشوع وخضوع والی نمازیں انسان کو برائیوں سے دور کرتی ہیں اور تطہیر باطن میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ انسانی زندگی دو حصوں میں منقسم ہے، جسمانی اور روحانی، جس طرح سے انسانی جسم کو غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح سے روح کی ترقی اور بالیدگی کے لئے نیکیوں اور عبادتوں کی ضرورت ہوتی ہے، خشوع وخضوع کے ساتھ فرض نمازوں کی پابندی روحانی تربیت کے لئے بالکل لازمی وضروری ہے فرض نمازوں کے ساتھ نوافل کا اہتمام کرنے سے روحانیت کی ترقی میں شتابہ لگ جاتا ہے اور انسان کو خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

نوافل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کا ایسا عادی ہوجاتا ہے کہ اس کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان خدا کی مرضی اور مشیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔ نفل نمازوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ فرض نمازوں کی کمی یعنی ان کی بہتر ادائیگی میں جو نقص رہ جاتا ہے اس کو دور کردیتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن سے سب سے پہلے جس چیز کا بندے سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہی ہے۔ اگر نماز ٹھیک رہی تو بندہ کامیاب ہے اگر وہ خراب نکلی تو وہ نامراد رہا۔ اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی نظر آئے گی تو اللہ فرمائے گا دیکھو کیا میرے بندے کے نامۂ اعمال میں کچھ نفل نمازیں بھی

ہیں؟ پھر اس کے فرائض کی کمی کو دور کر دیا جائے گا اور باقی اعمال کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا۔" (ترمذی ونسائی)

احادیث میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی نمازوں کو نوافل قرار دیا گیا ہے، البتہ اصطلاح اور عرف عام میں ان نوافل کو سنت کہا جاتا ہے جن کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ اہتمام فرمایا اور تاکید کے ساتھ ان کی ترغیب دی۔ ان سنتوں کے علاوہ باقی نمازیں عام نفل نمازیں ہیں، وہ نوافل کی حیثیت اصطلاحاً سنت کی ہے وہ چار رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت نماز فرض کے بعد دو رکعت مغرب کی نماز کے بعد اور پھر دو رکعت عشا کی نماز کے بعد اور نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں جن کی اہمیت تمام سنتوں سے زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کا حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق بہت زیادہ اہتمام فرمایا تھا:

عام نفل نمازوں میں سب سے زیادہ اہمیت تہجد کی نماز کی ہے، یہ تعلق مع اللہ کی پہچان ہے اور قرب خداوندی کا نشان ہے، تصور کیجئے کہ رات کی آخری پہر جب ستارے آسمان پر جھلملاتے ہوں، بادصحر اٹھکیلیاں کرتی ہوئی نیند کے جھولے جھلا رہی ہو، موسم سرد ہو، لحاف سے باہر نکلنے کا جی نہ چاہتا ہو اس وقت ایک بندہ اپنے مالک اور معبود کی محبت میں ان تمام راحتوں سے دستبردار ہو جائے اور وضوع کر کے اپنے مالک اور خالق کے روبرو کھڑا ہو کر اس کی حمد کی زمزمہ سنجی میں مصروف ہو جائے، کبھی کبھی مالک کی یاد میں گوہر تابدار اس کی آنکھوں سے نکل جائیں، وہ خشوع وخضوع کے ساتھ سربسجود ہوتا ہو، اس کی زبان مناجات میں مصروف ہوتی ہو۔ اس کے دل میں آتش محبت بھڑک اٹھتی ہو، ایسا بندہ خدا کا محبوب ہو جائے گا، عطار ہو، رومی ہو، غزالی ہو، آہ سحرگاہی کے بغیر اور دل بے تاب اور چشم پر آب کے بغیر روحانیت کی منزلیں کسی نے طے نہیں کیں۔ بڑی بشارتیں تہجد کی نماز کے بارے میں ہیں، نماز تہجد کا اہتمام تو ہر مسلمان کو کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی شخص دین کا داعی ہو اور تحریک اسلامی کا نقیب ہو اور وہ تہجد کی نماز کا اہتمام نہ کرے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص بغیر ہتھیار کے میدان جنگ میں چلا جائے یا بغیر کسی علمی تیاری کے کسی امتحان میں بیٹھنے کی کوشش کرے۔ روحانیت کا ارتقا نوافل کے اہتمام کے بغیر ممکن نہیں ہے اور کوئی دینی دعوت اس کے بغیر موثر اور کامیاب نہیں ہوتی ہے۔

نوافل میں تہجد کی نماز تو سب سے زیادہ اہم ہے اور تمام صلحائے امت نے اس نماز کا اہتمام کیا ہے، نماز تہجد کے بعد اہم نماز اشراق کی یا چاشت کی نماز ہے، فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے، اس میں کوئی نماز فرض نہیں کی گئی ہے، البتہ دو یا دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ان نوافل کو اگر سورج نکلنے کے تھوڑے ہی دیر بعد پڑھا جائے تو اس کو اشراق کی نماز کہتے ہیں اور اگر انہیں سورج اچھی طرح بلند ہونے کے بعد پڑھا جائے تو انہیں صلوٰۃ الضحیٰ یعنی چاشت کی نماز کہتے ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کم سے کم دو رکعت ہے اور اس سے زیادہ نفع بخش چار رکعت اور سب سے افضل آٹھ رکعت، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی، ایک یہ کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں، دوسرے یہ کہ چاشت کی دو رکعت نماز پڑھوں اور تیسرے یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

"جس نے نماز چاشت کی پابندی کی اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں چاہے وہ اتنے زیادہ ہوں جتنے سمندر کے جھاگ"۔ (ترمذی)

نفل نمازوں میں ایک اہم نماز صلوٰۃ التسبیح بھی ہے، اس کا لفظی مفہوم ایسی نماز ہے جس میں کثرت سے اللہ کی تسبیح بیان کی جاتی ہو، اس نماز کی بڑی فضیلت ہے چنانچہ اہل دل، صلحاء اور اہل تقویٰ صلوٰۃ تسبیح کا اہتمام کرتے رہے ہیں۔ صلوٰۃ تسبیح کیسے پڑھی جاتی ہے اس کا طریقہ درج ذیل حدیث میں موجود ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا:

"اے میرے چچا عباسؓ" کیا میں آپ کو عطیہ اور قیمتی تحفہ نہ دوں، کیا میں آپ کے ساتھ بھلائیاں نہ کروں؟ کیا میں آپ کو ایسا کام نہ بتاؤں جس کے کرنے سے اللہ آپ کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اگلے اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، انجانے میں کئے جانے والے اور جان بوجھ کر کئے جانے والے بھی، چھوٹے بھی بڑے بھی، چھپے ہوئے بھی اور کھلے ہوئے بھی، وہ عمل یہ ہے کہ تم چار رکعت (نفل) پڑھو جب تم سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھ چکو تو قیام ہی کی حالت میں پندرہ دفعہ یہ تسبیح کہو "سبحان اللہ، الحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" اللہ پاک ہے، ہر قسم کی تعریف وستائش اسی کے لئے ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے۔ پھر رکوع کرو اور رکوع میں بھی یہی تسبیح دس مرتبہ کہو پھر رکوع سے کھڑے ہو جاؤ اور قومہ میں بھی یہ تسبیح دس مرتبہ کہو پھر سجدہ میں چلے جاؤ سجدے میں بھی یہ تسبیح دس مرتبہ کہو، سجدے سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور پھر یہی تسبیح دس مرتبہ کہو پھر دوسرے سجدے میں بھی یہی تسبیح دس مرتبہ کہو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ، اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں، اس میں بھی یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھو، اس طرح یہ پچھتر تسبیح ہو جائیں گی، اس طرح چاروں رکعت پوری کرو (اگر آپ سے ہو سکے تو ہر روز یہ نماز ایک بار پڑھ لیا کیجئے اگر روزانہ پڑھ نہ سکیں تو ہر جمعہ کو پڑھ لیا کیجئے، اگر ہر جمعہ کو ممکن نہ ہو تو سال میں ایک بار پڑھ لیا کیجئے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار ضرور پڑھ لیجئے۔"

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرؓ کو صلوٰۃ التسبیح تلقین کرتے ہوئے فرمایا "اگر دنیا میں تمہارے گناہ سب سے زیادہ ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ اس نماز کے ذریعہ تمہاری مغفرت فرما دے گا۔"

اس کے علاوہ اور بھی نمازیں جن میں ایک اہم نماز "اوابین" کی نماز ہے، اہل اللہ جس کا بہت اہتمام کرتے رہے ہیں جو مغرب کے بعد دو، چار یا چھ رکعت پڑھی جاتی ہے، اس کی بھی بڑی فضیلت ہے، اس کے علاوہ ہر نماز سے پہلے وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز کا اہتمام کرنا چاہئے۔

جو شخص خشوع وخضوع کے ساتھ پانچ وقت فرض نمازیں پڑھے اور نوافل کا اہتمام کر لے اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا، اس کے اخلاق واعمال مجلی اور مصفی ہو جائیں گے، اسی لئے نماز کو مومن کی معراج کہا گیا ہے، الصلوٰۃ معراج المومنین، نماز اگر خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے انسان برائیوں سے بچے گا اور اچھے اخلاق سے خود کو آراستہ کرے گا۔ نماز تزکیہ نفس اور تربیت کا ذریعہ ہے، بشرطیکہ نماز صحیح طریقے سے ادا کی جائے۔

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے بقایاجات کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرما دیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کر دیں تا کہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔

جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲ ربجے سے شام ۵ ربجے تک فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۲ ربجے سے ۵ ربجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے : Mobile : 9415911511

زکوۃ وصدقات کے دینی و دنیوی فوائد وثمرات

مولانا سید احمد ومیض ندوی

حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ نے جن بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ان میں وہ نعمتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

(1) صحت جسمانی اور اعضاء و جوارح کی تندرستی۔

(2) مال دولت اور اسباب زندگی کی فراہمی۔

صحت ایک ایسی نعمت ہے جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے، اگر کسی کا کوئی عضو ناکارہ ہوجائے، تو اس کے لئے جینا دوبھر ہوجاتا ہے، صحت کس قدر قیمتی ہے، اس کی اہمیت ان لوگوں سے پوچھی جاسکتی ہے جو اس نعمت سے محروم ہیں، بینائی کی قدر نابینا خوب جانتا ہے، شنوائی اور گویائی کی اہمیت بہرے اور گونگے اچھی طرح سمجھتے ہیں، انسانی جسم میں گردے کی کیا اہمیت ہے وہی شخص بتا سکتا ہے، جس کے گردے ناکارہ ہوچکے ہوں جو ڈائلیسس پر جی رہا ہو، صحت کی طرح مال و دولت بھی ایک عظیم نعمت ہے، جس سے زندگی کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، جو لوگ اس سے محروم ہیں وہ نان شبینہ کے محتاج ہوکر لوگوں کے سامنے کاسہ گدائی لئے پھرتے ہیں۔

نعمتوں کے تعلق سے خدائی ضابطہ یہ ہے کہ بندہ اگر ان نعمتوں پر شکر بجالائے گا، تو اس کے لئے مزید نعمتیں عطا کی جاتی ہیں، اور ناشکروں کے لئے سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے: **لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید**۔ (سورہ ابراہیم)

اگر تم شکر بجالاؤ گے، تو میں تمہارے لئے اضافہ کروں گا اور اگر ناشکری کروگے تو بلاشبہ میرا عذاب سخت ہے۔

نماز اور زکوۃ دراصل انہی دو نعمتوں کے شکرانہ کی علامتیں ہیں، نماز نعمت صحت کا شکرانہ ہے اور زکوۃ نعمت دولت کا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں 42 مقامات پر نماز و زکوۃ کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح جن احادیث میں ارکان اسلام کی تفصیل بتائی گئی ہے، وہاں بھی نماز و زکوۃ کا ایک ساتھ ذکر ہے، نماز اگر صحت جسمانی کا حق ہے، تو زکوۃ مال و دولت کا حق ہے۔

اسلام میں زکوۃ کی بڑی اہمیت ہے، زکوۃ ایک اہم ترین رکن ہے، جس کا حکم سابقہ شریعتوں میں بھی ملتا ہے،" سورہ مریم 31 سن 2 ہجری میں مسلمانوں پر زکوۃ فرض کی گئی۔

(بحوالہ حاشیہ ترغیب جلد 1 صفحہ 515)

صاحب نصاب مسلمانوں پر زکوۃ فرض ہے، فرضیت زکوۃ کے باوجود جو لوگ زکوۃ ادا نہیں کرتے، انہیں سخت وعید سنائی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے: **والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم و جنوبهم و ظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون**۔ (التوبہ)

جو لوگ سونا، چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں، اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں اول تپایا جائے گا۔ پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے، وہ جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کرکے رکھا۔ سو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا اور پھر وہ کنجوسی کے کام لیتے ہیں، وہ ہرگز اس خیال

میں نہ رہیں کہ یہ کنجوسی ان کے لئے فائدہ مند ہوگی، نہیں، یہ عادت ان کے حق میں بہت بری ہے، اور یہ جو کچھ اپنی کنجوسی اور بخیلی کے ذریعہ جوڑ جوڑ کر رکھ رہے ہیں، کل قیامت کے دن یہ ان کے گلے کا طوق بننے والا ہے۔

زکوۃ اگرچہ ایک فریضہ ہے جس کا ادا کرنا ہر صاحب نصاب کے لئے ضروری ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں بے شمار دینی و دنیوی فوائد رکھا ہے۔

(1) زکوۃ کی ادائیگی سے بندہ دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت کا مستحق ٹھہرتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: **ورحمتی وسعت کل شیء فساکتبها للذین یتقون و یوتون الزکوٰة والذین هم بآیاتنا یومنون**۔ (الاعراف)

اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے میں اپنے رحمت کا حقدار صرف انہیں لوگوں کو بناؤں گا جو نافرمانیوں سے بچتے ہیں، اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ زکوۃ ادا نہیں کرتے وہ رحمت خداوندی سے محروم ہوتے ہیں، اس کا اثر قحط سالی اور امساک باراں اور رزق کی تنگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ زکوۃ ادا نہ کرنے سے بارش روک لی جاتی ہے، اور سب کو قحط سالی میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔

(2) زکوۃ کا دوسرا اہم ترین دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ بقیہ مال کی حفاظت فرماتے ہیں۔ چنانچہ احادیث میں زکوۃ کی ادائیگی کے ذریعہ اپنے مالوں کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا: **حصنوا اموالکم بالزکاة**۔ (الترغیب والترہیب: 1/520)

اپنے مالوں کو زکوۃ کے ذریعہ محفوظ کرلو،

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: **ماتلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰة**۔ (الجامع الصغیر: 5 صفحہ 437)

کسی خشکی یا سمندر میں کوئی مال ضائع ہوتا ہے، تو وہ زکوۃ روک لینے کی وجہ سے ہوتا ہے، نیز ایک حدیث میں ارشاد ہے: **ما خالطت الصدقة مالا الا اهلکته**۔ (مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر 3970)

زکوۃ کی رقم جس مال میں بھی شامل ہوجائے گی لازماً اسے برباد کرکے رہے گی۔

اپنے مال کی حفاظت کا یہ کس قدر سہل نسخہ ہے، جب خدائے ذی الجلال حفاظت کا ذمہ لے رہا ہے، تو اس میں کیا شبہ ہوسکتا ہے مشاہدہ بھی ہے کہ زکوۃ نہ ادا کرنے والے مختلف قسم کے حادثات کا شکار ہوجاتے ہیں۔

(3) زکوۃ و صدقات کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ مال میں برکت عطا فرماتے ہیں، آدمی کو بظاہر مال میں کمی ہوتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ دوسرے راستوں سے برکت عطا فرماتے ہیں، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے، تین باتیں ہیں جن کو میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔

(1) صدقہ کرنے کی وجہ سے کسی بندے کا مال کم نہیں ہوتا۔ (2) کسی بندے پر اگر کوئی ظلم ہوا اور اس پر اس نے صبر کرلیا تو لازماً اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھائے گا۔

(3) اور جو شخص (لوگوں کے سامنے) ہاتھ پھیلا کر اپنے لئے بھیک کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (الجامع الصغیر 229/3)

(4) زکوۃ صدقات کے اہتمام سے اللہ تعالیٰ بلاؤں سے حفاظت اور بیماریوں سے شفا عطا فرماتے ہیں۔ مشہور حدیث ہے: "**الصدقة ترد البلاء**" "صدقہ بلا کو ٹالتا ہے" اور "**داووا مرضاکم بالصدقة**" اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ علاج کرو۔

اور یہ بات تجربہ کی ہے، اللہ کے بے شمار بندوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک بڑے محدث ہیں، ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میرے گھٹنے میں سات سال سے ایک پھوڑا نکلا ہوا ہے، ہر طرح سے علاج کرچکا ہوں، بہت سے اطباء سے رجوع کرچکا ہوں، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا جاؤ کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جہاں پانی کی قلت ہو، اور پانی کی ضرورت مند ہوں، وہاں جاکر ایک کنواں کھود دو، مجھے امید ہے وہاں پانی کا کوئی چشمہ جاری ہوگا تو تمہارا خون رک جائے گا۔ اس شخص نے ان کے کہنے پر عمل کیا، تو تندرست ہوگیا، یہی واقعہ علامہ منذریؒ نے امام بیہقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اسے نقل کرنے کے بعد علامہ منذریؒ فرماتے ہیں، کہ اس

جیسا ایک واقعہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ حاکم کا بھی ہے، ان کے چہرے پر پھنسیاں نکل آئی تھیں، بہت علاج کرایا، مگر پھنسیاں ختم نہیں ہوئیں، تقریباً سال بھر اس تکلیف میں مبتلا رہے، مبتلا رہنے کے بعد وہ جمعہ کے دن امام ابوعثمان صابونی کی مجلس میں پہنچے، ان سے دعا کی درخواست کی، امام صابونی نے ان کے لئے دعا کی، حاضرین نے آمین کہی، اگلے جمعہ کو ایک عورت نے امام صابونی کی مجلس میں ایک پرچہ بھجوایا، اس میں لکھا تھا، کہ پچھلے جمعہ کو شیخ ابوعبداللہ کی دعائے صحت کے بعد میں گھر گئی، وہاں جاکر بھی ان کی صحت کے لئے بہت دعا کی، اس رات مجھے خواب میں رسول اللہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ابوعبداللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں کے لئے وسعت کے ساتھ پانی پہنچانے کا انتظام کریں، شیخ ابوعبداللہ حاکم کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر ایک سبیل بنائی جس میں لوگ خوب پانی پیتے تھے، اس واقعہ کو ایک ہفتہ نہیں گذرا ہوگا کہ شیخ پر شفا کے آثار ظاہر ہونے لگے، پھنسیاں ختم ہوگئیں، اور چہرہ پہلے کی طرح صاف اور خوبصورت ہوگیا، اس کے بعد وہ کئی سال تک زندہ رہے۔

(الترغیب والترہیب 54-53/2)

یہ تو صدیوں قبل کا واقعہ ہے، دور حاضر میں بھی ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ گذشتہ دنوں نیٹ پر ایک صاحب نے اس قسم کا ایک چشم دید واقعہ شیر کیا ہے کہ سعودی عرب میں ایک مصری عالم نے صدقہ کی عظمت وفضیلت پر ایک دلنشین لکچر ارشاد فرمایا: انہوں نے دوران گفتگو احادیث مبارکہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ صدقہ بلاؤں، مصیبتوں اور بیماریوں سے نجات پانے کا بہترین اور آزمودہ نسخہ ہے، مصری عالم کی گفتگو کے دوران ایک مصری آدمی بھی کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ واقعی آپ کی بات مبنی بر حقیقت ہے، میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ صدقہ انسان کو مصائب و آلام اور موذی امراض سے بچاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے، اس شخص نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں دل کے مرض میں مبتلا تھا، اور میرا مرض انتہائی نازک صورتحال اختیار کرچکا تھا، مجھے دو دفعہ ہارٹ اٹیک بھی ہوا، مقامی ڈاکٹروں نے میری زندگی اور موت کے درمیان ایک لکیر سی کھینچ دی، مجھے اپنی موت کے آثار نظر آنا شروع ہوگئے، میں نے آخری چارے کے طور پر امریکہ کا رخ کیا، اور وہاں ماہرین امراض دل سے رجوع کیا، ان کے علاج سے مجھے کچھ افاقہ تو ضرور ہوا مگر موت کے سائے ختم نہ ہوئے، پھر ہر تین ماہ بعد امریکہ جانا میرا معمول بن گیا، ادویات کے سہارے میری زندگی کی سانس چل رہی تھی کہ ایک دن ایک عجیب واقعہ رونما ہوا، میں گوشت خریدنے قصاب کی دکان پر گیا، وہاں ایک پردہ نشین خاتون کھڑی تھی، قصاب جب گوشت بناتے ہوئے فالتو چربی وغیرہ نیچے پھینکتا تو اگر اس کے ساتھ معمولی سا گوشت چپکا رہ جاتا تو وہ عورت لپک کر اس کو اٹھا کر اپنے بیگ میں ڈال لیتی، میں کافی دیر تک یہ منظر دیکھتا رہا، بالآخر میں نے اس عورت سے پوچھ ہی لیا کہ اے میری مسلمان بہن! یہ کیا ماجرا ہے؟ اس خاتون نے بتانے سے انکار کردیا، جب میرا اصرار بڑھا، تو اس نے چھلکتی آنکھوں سے بتایا کہ میرے گھر میں سات ماہ سے گوشت نہیں پکا، حالات نے اس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے کہ زندگی کی گاڑی بمشکل حرکت میں ہے، آج میرے چھوٹے چھوٹے بچوں نے ضد کی کہ ہمیں گوشت پکا کر کھلاؤ، میں گوشت خریدنے کی طاقت نہیں رکھتی، اس لئے قصاب کی دکان سے فالتو چربی وغیرہ سے لگے ہوئے گوشت کے ذرات جمع کررہی ہوں کہ انہیں گوشت کا شوربہ بناکر اپنے معصوم بچوں کی خواہش کو پورا کردوں گی، اس کی دردبھری کہانی سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، میں نے قصاب سے کہا کہ میری یہ بہن جب چاہے، جتنا چاہے، گوشت خرید لے، اس کی قیمت میں ادا کروں گا، اور اس خاتون سے کہا اے میری بہن اسے ایک بھائی کی طرف سے قبول کیجئے، اس کے بعد میں اپنے گھر آگیا۔

(بقیہ......صفحہ......۲۴......پر)

فہم قرآن کی کنجی

قرآن کریم رہتی دنیا تک کتاب ہدایت ہے۔ اس کی ہدایت سے استفادے کے لئے ضروری ہے کہ یہ بات جان لی جائے کہ قرآن کریم اپنے اسلوب کے اعتبار سے ایک بالکل منفرد نوعیت کی کتاب ہے۔ تورات کے احکام عشرہ کی طرح قرآن کریم میں ہدایت کے کوئی آٹھ دس اصول بیان نہیں ہوگئے ہیں۔ اسی طرح یہ کورس میں پڑھائی جانے والی اسلامیات کی کتاب کی طرح بھی نہیں ہے، جس میں اسلام کے حوالے سے مضامین پائے جاتے ہیں۔ یہ کسی عالم کی تحریر کردہ کسی علمی کتاب کی طرح بھی نہیں ہے، جس میں ایک ترتیب سے اسلامی عقائد وعبادات پر بحث کرکے ان کی حقانیت ثابت کی جاتی ہے۔

قرآن کریم دراصل اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگزشت انداز ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہئے کہ یہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخاطبین کے درمیان ہونے والی جدوجہد کا ریکارڈ ہے۔ صورتحال یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ آپ کی قوم یعنی قریش مکہ کے سامنے توحید و آخرت کی دعوت رکھی۔ ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری دی اور جھٹلانے والوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا۔ جنت، جہنم اور قیامت کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اللہ کی ذات، صفات اور اس کے حقوق کو لوگوں پر واضح کیا۔ توحید وآخرت کی اس دعوت کے دلائل انفس وآفاق کی نشانیوں سے پیش کئے۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا۔ اہل کتاب کے پیدا کردہ شبہات کو دور کیا۔ منکرین کے سوالات کا جواب دیا۔ مشرکین کی بدعتوں اور ان کے اوہام سے پردہ اٹھایا۔ مخالفین کی ایذا رسانی پر مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اخلاق حسنہ کو سراہا۔ مشرکین کی اخلاقی خرابیوں کو بے نقاب کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک رسول بھی تھے۔ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ قوم اگر رسول کا انکار کرتی ہے تو بات واضح ہونے کے بعد، اس پر دنیا ہی میں عذاب آجاتا ہے جب کہ ماننے والوں کو عذاب سے بچاکر دھرتی کا اقتدار دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن نے بار بار آپ کی قوم کو خدا کے اس عذاب سے ڈرایا جو قیامت سے پہلے اس دنیا ہی میں ان پر نازل ہوسکتا تھا۔ اس مقصد کے لئے پچھلے رسولوں کی داستان سناکر یہ بتایا گیا کہ جس طرح نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب، موسیٰ علیہم السلام اجمعین اور دیگر رسولوں کی قوموں پر دنیا ہی میں عذاب آیا ہے، اسی طرح قریش پر بھی ان کے انکار کی پاداش میں عذاب آکر رہے گا۔ تیرہ برس تک یہ جدوجہد جاری رہی یہاں تک کہ اتمام حجت ہوگیا یعنی ہدایت واضح ہوگئی۔ چنانچہ قریش پر عذاب کا فیصلہ ہوگیا۔ اللہ کے حکم سے آپ نے ہجرت فرمائی اور اپنے صحابہ سمیت مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ کو چونکہ ایک قابل قدر تعداد میں ساتھی مل گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارضی و سماوی آفت کے بجائے کفار کو صحابہ کرام کی تلواروں سے عذاب دینے کا فیصلہ کیا۔ جنگ بدر میں یہ عذاب نازل ہوا اور قریش کی پوری قیادت کو ہلاک کردیا گیا۔ اس طرح رسولوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کے قانون کا یہ حصہ نافذ ہوگیا کہ جس میں کفار کو دنیا ہی میں عذاب دیا جاتا ہے۔ البتہ اس قانون کا ایک دوسرا حصہ ابھی باقی تھا۔ وہ یہ کہ رسولوں پر ایمان لانے والوں کو نہ صرف اس عذاب سے بچایا جاتا ہے بلکہ انہیں دنیا میں بھی عروج وغلبہ دے دیا جاتا ہے۔

چنانچہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کا ظہور شروع ہوا۔ اور صرف آٹھ سال بعد حرم

پاک سمیت پوری سرزمین عرب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کا غلبہ ہوگیا۔ اس عمل میں سرزمین عرب کے مشرکین سے جنگیں لڑی گئیں، مدینہ پاک میں موجود اہل کتاب سے معاملات پیش آئے۔ منافقین کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن پاک ان سب پر تبصرے کرتا ہے، قدم قدم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے تزکیہ کے لئے شریعت دینا شروع کرتا ہے، یہاں تک کہ دین کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ ان سب کے ساتھ قرآن بار بار توحید وآخرت پر مبنی اپنی دعوت کو دہراتا رہتا ہے۔

قرآن کریم کا ایک قاری جب اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو یہ مضامین نکھر کر سامنے آتے چلے جاتے ہیں اور اس کے لئے قرآن مجید کو سمجھنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ البتہ ایک اور اہم بات ہے جسے سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کے جن مضامین کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کی ہے، اس کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اول قرآن کریم کی ایمان وعمل صالح پر مبنی دعوت اور اس کی تفصیلات۔ دوسرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم پر اتمام حجت، اس کے مباحث اور اس کے نتیجے میں آنے والا عذاب۔ یہ دونوں چیزیں قرآن پاک میں بالکل ساتھ ساتھ بیان ہوئی ہیں اور ایسا ہونا ناگزیر بھی تھا۔ اس لئے کہ ایمان و عمل صالح کی ابدی دعوت جن لوگوں کو دی جارہی تھی وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطبین بھی تھے۔ لیکن یہ بات جب ایک عام قاری پر واضح نہیں ہوتی تو قرآن پڑھتے ہوئے بہت سے سوالات اس کے ذہن میں پیدا ہوتے اور بہت سی غلط فہمیاں اسے لاحق ہوجاتی ہیں۔

مثلاً ایک پڑھنے والا دیکھے گا کہ قرآن مجید کے بعض مقامات پر یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے، مگر دوسری طرف اسی قرآن میں ان کی خواتین سے شادی جائز قرار دی گئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان سے دوستی جائز نہیں تو شادی کا رشتہ جو زیادہ مضبوط اور محبت کا تعلق ہے اس کے قائم کرنے کی اجازت کیوں ہے؟ جواب یہ ہے کہ شادی کی بات ابدی شریعت کا ایک اصول ہے جب کہ دوستی کی ممانعت ان یہود ونصاریٰ سے ہے جن کا بغض بالکل کھل کر سامنے آگیا تھا۔ یہ بات سیاق و سباق سے بالکل واضح ہوجاتی ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھیں۔ قرآن کریم میں شرک اور اس کی تمام چھوٹی بڑی اقسام کی برائی بیان ہوئی ہے۔ یہ اس کی ابدی دعوت کا ایک پہلو ہے جو ہر حال میں ہم سے متعلق ہے۔ مگر ساتھ ہی قرآن میں یہ بیان بھی ملے گا کہ مشرکین کو جہاں پاؤ مار ڈالو۔ اس بات کا تعلق ابدی دعوت سے نہیں بلکہ اس اتمام حجت سے ہے جس کے بعد مشرکین عرب پر عذاب کا فیصلہ ہوگیا تھا۔ یہ حکم صحابہ کرام کو دیا گیا تھا اور قرآن مجید کا سیاق وسباق اس بات کو اچھی طرح واضح کردیتا ہے۔ ایک عام شخص کے لئے جائز نہیں کہ قرآن کے اس حکم کو لے کر اپنے پڑوس میں رہنے والے کسی ہندو یا عیسائی کو مار ڈالے۔

قرآن مجید کے ہر قاری کو جو سمجھ کر قرآن پاک کو پڑھنا چاہتا ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح کی باتوں کا تعلق براہ راست اس سے نہیں ہے۔ اگر اسے کبھی کوئی شبہ پیدا ہو تو چاہئے کہ ایک یا ایک سے زیادہ اچھے اور صاحب بصیرت عالم سے رجوع کرے یا ان کی تفسیر دیکھ لے۔ یہ اصول فہم قرآن کی کنجی ہے جسے نہ سمجھنے کے نتیجے میں کتاب الٰہی سے متعلق بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں اور بدقسمتی سے دور جدید میں پیدا ہوئی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر یہ سوال کیا جائے کہ اگر یہ چیزیں عام لوگوں سے متعلق نہیں تو انہیں قرآن پاک میں رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ مباحث اس اعتبار سے بڑے اہم ہیں کہ یہ قرآن کی سچائی اور اس دعوت کا زندہ ثبوت ہیں جو وہ توحید وآخرت کے حوالے سے دنیا کے سامنے رکھتا ہے۔ اس لئے کہ ایک رسولؑ کی قوم پر آنے والا عذاب اور اس کے ساتھیوں کو ملنے والا غلبہ یہ ثابت کردیتا ہے کہ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ یہی کریں گے۔ جنہوں نے اس دعوت کو مانا وہ جنت کی بادشاہی کے مستحق ٹھہریں گے اور جو منکر ہوئے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

مفتی ذاکر حسن نعمانی

گالی اور اس کے اثرات

حدیث میں آتا ہے "سباب المسلم فسوق" مسلمان کو گالی دینا فسق اور گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے: "لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا و لا متفحشاً" حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر بدگو تھے نہ بہ تکلف بدگو تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش گو اور خوش کلام تھے۔

گالی گلوچ معاشرہ کے لئے ایک بڑی خطرناک برائی ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی معمولی، ناگوار کاموں کی وجہ سے گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ گالی دینا ان کی بری عادت ہوتی ہے اور اسی عادت میں اتنی دور تک چلے جاتے ہیں کہ بعض اوقات انتہائی فحش گالیاں ان کی زبان سے اور منہ سے نکلتی ہیں، لیکن ان کو احساس تک نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت والا کام بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ ایسے لوگوں سے صادر ہوتا ہے، اس کے لئے کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ گالیاں ایسے لوگ اس لئے دیتے ہیں کہ اپنی انا کی تسکین کے ساتھ اپنے خیال میں دوسرے لوگوں کی مرمت اور علاج بھی اس گالی میں سمجھتے ہیں۔ اگر گالی دینے والے کو جواب نہ ملے تو گالی دینے والا اس کو اپنی برتری سمجھتا ہے اور اس کے نفس اور انا کو سکون حاصل ہوجاتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کو گالیاں ان کو تکلیف اور ایذا پہنچانے کے لئے دیتے ہیں۔ بعض لوگ دوسروں کو ایذا کی خاطر گالیاں تو نہیں دیتے، لیکن ان کی عادت کچھ ایسی بن گئی ہوتی ہے کہ گویا گالی ان کی غذا ہے، بات بات میں اور عام گپ شپ میں ہر ایک گالی دے کر پکارتے ہیں، یہ بھی بری عادت ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کا تعلق تو خوش اخلاقی کے ساتھ ہے۔ خوش اخلاقی کے کام تو بہت ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان با اخلاق اور خوش اخلاق ہے، لیکن خوش اخلاقی کا سب سے بڑا تعلق منھ، زبان اور گفتگو کے ساتھ ہے۔ انسان اپنی زبان کھولتا ہے تو فوراً دوسروں کو پتہ چل جاتا ہے کہ خوش اخلاق ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے بارے میں پتہ نہیں چلتا کہ منھ پھٹ ہے یا نہیں؟ جب کبھی کوئی موقع بن جائے تو اس وقت پتہ چلتا ہے، مثلاً کسی بات پر غصہ آیا تو پھر گفتگو سے پتہ چلتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ منھ اور زبان کو کنٹرول میں رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہر حالت میں حق اور سچ بات نکلتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء اور خواص کو بھی اپنی زبان کنٹرول میں کرنی چاہئے، کبھی انسان مغلوب الحال ہوجاتا ہے، لیکن عقل اور ہوش باقی ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اپنے سے کم تر پر غصہ کی حالت میں اس کو برا بھلا کہتا ہے اگر اسی حالت میں غصہ کرنے والے کے سامنے اس سے کوئی بڑا علم وفضل والا یا عہدے والا آجائے تو فوراً اس کا غصہ کافور ہوجاتا ہے، معلوم ہوا کہ عقل ہوشیار ہے۔ تمام آفات کا تعلق زبان کے ساتھ ہے۔ بڑے بڑے جرائم کی ابتدا زبانی تکرار اور معمولی گالی گلوچ سے ہوتی ہے۔

گالی کی حقیقت

گالی کیا ہے؟ غصہ کی حالت میں یا بغیر غصہ کے کسی کو کوئی ایسی نامناسب بات کہہ دینا، جس کو تقریباً سب لوگ پسند نہیں کرتے۔ مثلاً کسی کو براہ راست برے قول یا فعل کی طرف منسوب کرنا یا کسی کے متعلقین میں سے کسی کے بارے میں غلط بات کہہ دینا، مثلاً کسی کے ماں باپ یا بیوی کو برا بھلا کہنا۔ عام طور پر حیوانات کے نام کے ساتھ گالیاں ایجاد ہوئی ہیں، مثلاً کتا، گدھا، بیل اور گیدڑ وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض انسانوں کے اندر کی صفات مسخ ہوجاتی ہیں،

صحیح انسانی صفات اور اخلاق کے بجائے ان میں حیوانی صفات پرورش پالیتی ہیں۔ یعنی اس کے اندر درندگی اور زہریلا پن پیدا ہوجاتا ہے، پھر معاشرے میں جو کردار ادا کرتا ہے، اس میں درندگی اور زہریلا پن ہوتا ہے، بہ ظاہر انسان ہوتا ہے، اندر سے سانپ بچھو یا کوئی درندہ ہوتا ہے۔ اگر اندر سے اس بگڑے ہوئے انسان کو برا بھلا کہا جائے تو یہ بھی برداشت نہیں کرتا۔ حیوانات میں ہر نوع کی فطری اور نوعی اوصاف اور صفات ہوتی ہیں، کسی حیوان کی نوعی صفات میں سے کسی انسان کے لئے کوئی صفت ثابت کرنا یا اس کے ساتھ پکارنا گالی بن جاتا ہے۔

گالی دینے والے کی حیثیت مجروح ہونا

گالی دینے والا تو اپنے تئیں اپنی برتری ثابت کرتا ہے، اپنی انا کو تسکین دیتا ہے، بہت سے لوگ اس زعم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ میں بڑا زور آور ہوں، کسی کو گالی دے دوں تو اس کی کیا مجال کہ جواب دے، لوگ اس سے دب یا ڈر جاتے ہیں، پھر اس کے سامنے کوئی بولتا نہیں۔ گالی دینے والے کو سوچنا چاہئے کہ گالی کے اثرات کیا ہیں؟ کبھی تو جس کو گالی دی جاتی ہے وہ طیش میں آ کر کسی قسم کی جوابی کارروائی کرسکتا ہے یا پھر کسی موقع کی تلاش میں رہتا ہے، گالی دینے والا اپنے دشمن زیادہ کردیتا ہے، خود کو معاشرہ میں بداخلاقی کے نام سے متعارف کروادیتا ہے۔ لوگوں کی نظر میں اس کی حیثیت گر جاتی ہے۔ خاص کر بڑے بڑے عہدے والوں اور صاحب حیثیت لوگوں کو بہت محتاط رہنا چاہئے۔ مثلاً استاذ، والدین، مرشد اور علمائے کرام وغیرہ ہرگز کسی کو گالی نہ دیں، نہ سامنے اور نہ پیچھے۔ بعض لوگ کسی کو سامنے گالی نہیں دے سکتے، جن کو گالی دینا ہو وہ چلا جائے یا خود دور چلا جائے تو گالیاں بکنا شروع کردیتا ہے، یہ بھی گناہ ہے۔ ضروری نہیں کہ جس کو گالی دے رہا ہے وہ سن بھی رہا ہو اور لوگ تو سن رہے ہیں کہ فلاں کو گالیاں دے رہا ہے۔ بعض اوقات سننے والے اس بندے کو اطلاع کردیتے ہیں جس کو گالیاں دی تھیں۔ اس کو جب پتہ چلتا ہے تو انتقامی کارروائی پر اتر آتا ہے۔

الحاصل گالی کسی بھی حالت میں نہیں دینی چاہئے، کیونکہ اس کے اثرات کسی بھی وقت ظاہر ہوسکتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے اثرات ظاہر نہ ہونے پائیں تو گناہ والی حیثیت تو کبھی بھی ختم نہیں ہوتی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی گناہ ہے۔

بڑے لوگوں کی حیثیت تو بہت جلد مجروح ہوجاتی ہے۔ بڑے لوگوں کا معاشرہ میں ایک نام ہوتا ہے، لوگوں کے دلوں میں قدر و منزلت ہوتی ہے لیکن گالی دینے کے ساتھ اس کی حیثیت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے۔ لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ اگر گالی دینے والا صرف یہ سوچے کہ میری گالیوں سے خود میری حیثیت مجروح ہوتی ہے، لوگوں کی نظروں میں گر رہا ہوں تو شاید اس کے علاج کے لئے یہی کافی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: (**فاصبر ان وعدالله حق ولا يستخفنك الذين لا يوقنون**)

ترجمہ: سو آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بدیقین لوگ آپ کو خفیف نہ کرنے پاویں۔

یستخفنك خفت سے ہے، خفت کے معنیٰ ہیں، ہلکا اور سبک ہونا۔ جو آدمی طیش میں آجائے اس کو بھی خفیف کہتے ہیں اور جس میں وقار ہو اس کو ثقیل کہتے ہیں۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**ولا يحملنك على الخفة والقلق جزعا بما يقولون و يفعلون**" یعنی یہ بدیقین لوگ اپنے قول اور فعل کے ساتھ آپ کو خفت اور قلق کی طرف نہ لے جائیں۔

میں اس آیت کے بارے میں سوچتا ہوں تو ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ کفار اور اغیار یعنی بدیقین لوگ اپنے قولی اور فعلی ایذا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طیش میں لانے کی کوشش کرتے تھے۔ تاکہ طیش میں آ کر آپ ان کو زبان سے کچھ نہ کچھ نامناسب جملہ کہیں، جس سے آپ کی عالی شان مجروح ہوجائے، کفار کی کوشش یہی تھی کہ آپ کی بلند و بالا شان کسی نہ کسی طرح مجروح ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے آپ کی عالی شان کے دفاع کے لئے آپ

کو مطلع کردیا کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ طیش میں آ کر بے برداشت ہوجائیں اور کوئی نامناسب بات یا جملہ آپ کی زبان پر آجائے تو اس کی وجہ سے آپ کی شان گویا باوجود ثقیل اور باوقار ہونے کے خفیف اور سبک ہوجائے گی۔ حالانکہ آپ رفیع الشان ہیں۔ خفیف اور ہلکی باتوں سے ثقیل اور باوقاری آدمی خفیف اور سبک ہوجاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مبلغین اور مصلحین کو بھی اس بات کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ کہیں زبان پر نامناسب جملے یا گالی وغیرہ نہ آئے، ورنہ شان گھٹ جائے گی۔ خاص کر علماء کرام کو بہت احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ اب انبیائے کرام اور رسول تو نہیں آتے، یہی علماء ان کے نائب اور قائم مقام اور لوگوں کے راہ نما ہیں، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں، کفار اور اغیار ان کو غصہ میں لانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو اپنی زبان اور قلم شائستہ رکھنا ہوگا، کسی کو گالی نہ دیں، برا بھلا نہ کہیں، نہ زبان سے اور نہ قلم سے۔ کیونکہ بڑے اور باوقار لوگوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ان کا وقار گھٹ جاتا ہے، حالانکہ ان کو وقار میں رہنا چاہئے۔

بعض لوگ بعض مخصوص افراد کو چھیڑنے اور چڑانے کے لئے کوئی لفظ استعمال کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ آدمی فوراً غلیظ غلیظ گالیاں بکنا شروع کردیتا ہے۔ ہم نے کئی ایسے افراد کو دیکھا ہے۔ اس کا گناہ ایک طرف، اگر گالیاں بکنے والے کو گناہ ملتا ہے تو دوسری طرف ان کو بھی بڑا گناہ ملتا ہے جو اس گناہ پر ابھارتے ہیں۔ جب کسی کو چڑا کر اس کو گالیاں بکنے کا موقع دیتے ہیں تو سننے والے اس کی غلیظ گالیوں سے محظوظ ہوتے ہیں، یہ کوئی اچھا کام نہیں۔ اکوڑہ خٹک بازار میں ایک لنگڑا تھا، اس کو ایک مخصوص لفظ کے ساتھ لوگ چھیڑتے، پھر وہ جو غلیظ اور فحش گالیاں دیتا، ایسی گالیاں میں نے زندگی بھر نہیں سنیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں، یوں لگتا تھا کہ اس کا ذہنی توازن مکمل درست نہ تھا، لیکن مکمل پاگل بھی نہیں تھا۔

ہمارے ایک رشتہ دار تھے، بچپن کے زمانہ میں، میں نے ان کو بڑھاپے کے زمانے میں دیکھا ہے، بڑے سادہ آدمی تھے، نمازی اور دیندار تھے، ان کو بھی بچے چھیڑتے تو وہ زبان سے ایک جملہ کہتے "شیطان کی دُم" یہ بھی نہ کہتے کہ تو شیطان کی دُم ہے بس ویسے ہی کہہ دیتے شیطان کی دُم۔ آج میں سوچتا ہوں تو ان کی سادہ اداؤں اور اس جملہ پر بڑا رشک آتا ہے کہ کتنا عجیب جملہ ہے، گالی تو اس لئے نہیں کہ یہ جملہ کسی کی طرف منسوب کرکے نہیں کہتے کہ تو مثلاً شیطان کی دم ہے، ویسے ہی مرکب لفظ اپنے ساتھ دہرادیتے اور وہ بھی بار بار نہیں، بلکہ صرف ایک بار کہہ دیتے۔

گھروں میں گالی گلوچ

بے شمار گھروں میں گالی گلوچ کا عام استعمال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ گھر کا سربراہ تو کسی سے ڈرتا نہیں، نہ خوف نہ ملامت ہے اس لئے بڑے دھڑلے سے ماتحتوں کو گالیاں دیتا ہے۔ عموماً بچوں کو معمولی معمولی غلطیوں پر گالیاں دینے سے گھر کے ماحول پر بڑے بڑے اثرات پڑتے ہیں۔ گھر کے بچے ایسی گالیاں سیکھ کر بہن بھائی معمولی معمولی باتوں اور رنجشوں پر ان کو دہراتے ہیں۔ تجربہ ہوچکا ہے جو گالی گھر کا سربراہ تکیہ کلام کے طور پر استعمال کرتا ہے، اس کے زیر تربیت افراد بھی وہی گالی دیتے ہیں پھر وہی بچے یہ گالی باہر دوسرے بچوں کو معمولی معمولی خفگیوں پر دیتے ہیں۔ اس طرح گالیاں گھر سے نکل کر باہر معاشرہ میں پھیل جاتی ہیں۔ باہر سے پھر اور بچے ان گالیوں کو اپنے گھروں کی طرف منتقل کردیتے ہیں، جن میں گالیوں کا رواج نہیں ہوتا۔ بہت سے والدین کو شکایت ہوتی ہے کہ ہمارے گھروں میں گالیاں کہاں سے آگئیں؟ ان بچوں نے یہ گالیاں کہاں سے سیکھیں؟ یہ نہیں سوچتے کہ ان گالیوں کی ابتدا خود ہم نے کی۔

گالیوں سے دفاع

گالیاں دینے والا یہ سوچے کہ اگر گالی دینے سے ایک طرف اس کی انا کی تسکین

ہے تو دوسری طرف خود اس کی حیثیت بھی گرادیتی ہے۔ لوگوں کی نظروں سے گر کر انتہائی حقیر بن جاتا ہے۔ لہٰذا گالیاں دینا خود اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔ اس طرح یہ بھی سوچیں کہ گالیاں دینے والے کی معاشرہ میں عزت نہیں ہوتی، بلکہ بدنام ہوجاتا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس کی عزت معاشرہ میں گرجائے۔ ہمت سے کام لے کر خود کو زبردستی گالیوں سے روکنا ہوگا۔ عموماً نیک لوگ گالیاں نہیں دیتے۔ اس لئے کہ ان کی زبان ہر وقت نیک باتوں اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہوتی ہے۔ ایسی پاک زبان کو پلید نہیں کرتے۔ گالیوں سے بچاؤ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ذکر کرے اور ہر موقع کی مسنون دعا پڑھے اور خود یہ فیصلہ کرے کہ آئندہ کسی کو گالی دی تو اتنی رقم صدقہ کروں گا۔ اس کے ساتھ نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور جس گناہ میں مبتلا ہے اس سے چھٹکارا بھی ملے گا۔

گالی کا علاج

غصہ کے وقت "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھے، غصہ ختم ہوجائے گا۔ جن کی عادت گالیاں دینے کی ہوان کو چاہئے کہ استغفار زیادہ کرے، حصن حصین میں ہے: "شکوت الی رسول اللہ ذرب لسانی، فقال این انت من الاستغفار؟ انی لاستغفر فی کل یوم مائۃ مرۃ"۔

ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بدکلامی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ سے استغفار کہاں کھو گیا؟ میں روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ بدگوئی، فحش گوئی اور بدکلامی کا علاج روزانہ سو مرتبہ استغفار کرنا ہے۔

●●

سچ کی برکت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے، ان پر حجاج بن یوسف نے جو عراق کا گورنر تھا بہت ظلم کئے۔ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف آپ کو پکڑنے کے لیے چلا، جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ اپنے حجرے سے نکل کر سیدھے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت گاہ میں آکر چھپ گئے، یہ بھی بہت باکمال بزرگ تھے، حجاج بھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے وہاں آپہنچا اور حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

"کیا تم نے حسن بصری کو دیکھا ہے؟"

آپ نے جواب دیا: ہاں اندر میری عبادت گاہ میں چھپا ہوا ہے۔ حجاج اندر گیا مگر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو کہیں نہ پاسکا اور باہر آکر حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا:

"تو نے جھوٹ کیوں بولا ہے حسن بصری اندر نہیں ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے جھوٹ نہیں بولا، وہ اندر ہی ہیں۔"

اس طرح حجاج بن یوسف دو تین بار اندر گیا اور ہر طرف حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کیا، مگر آپ اسے نظر نہ آئے، آخر تھک ہار کر وہ واپس چلا گیا۔ اس کے بعد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ باہر آئے اور فرمایا:

"اے حبیب! میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری برکت سے مجھے گرفتار ہونے سے بچالیا۔"

"نہیں میری برکت سے نہیں، بلکہ یہ میرے سچ بولنے کا پھل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو ہم دونوں کو وہ رسوا کرتا۔

فائدہ: حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے فرمایا: صادق وہ لوگ ہیں جن کی نیت درست ہو اور ان کا قول بھی صحیح اور سچا ہو۔ سچی نیت والوں کی بات سچی اور اخلاص سے بھی پُر ہوتی ہے، اسی طرح ان کا عمل بھی سچا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تڑپتے ہیں۔ ایسے لوگ جو صادق النیۃ، صادق القول اور صادق العمل ہوں آپ ان کی معیت اختیار کیجئے تقویٰ خود بخود آجائے گا۔ (مجالس علم و ذکر: 308/1)

ڈاکٹر سید محی الدین علوی

کامیابی کا سفر

اگر آپ کسی تحریک یا تنظیم کے سربراہ ہیں یا ہونے والے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ میں قائدانہ اوصاف ہوں اور یہ بھی آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی کمزوریوں کو دور کرتے ہوئے ان اوصاف کو پروان چڑھائیں جو کسی تحریک یا تنظیم کے سربراہ کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

درج ذیل امور کی طرف آپ کی توجہ ہو:

موجودہ حالات میں رات کو جلد سونا اور صبح میں نیند سے جلد بیدار ہونا ایک کٹھن مسئلہ ہے لیکن صورت حال کو بدلتے دیر نہیں لگے گی، اگر آپ رات میں بعد عشاء ٹی وی یا انٹرنیٹ پر زیادہ وقت صرف نہ کریں، سوتے وقت اپنے اعمال کا احتساب کریں اور اپنی کوتاہیوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کریں۔

اللہ کے دین سے آپ کا گہرا تعلق ہو اور سحر خیزی کی عادت ڈالیں، قرآن مجید میں نیک بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈ کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لئے چھپا کر رکھا گیا ہے، اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے۔" (السجدہ: 16، 17)

آپ کا ہر کام اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہو، شہرت، تعریف، نام و نمود اور دولت کے حصول کے لئے نہ ہو۔ حدیث میں ریاکار عالم، سخی اور شہید کے جس برے انجام سے ڈرایا گیا ہے، اس سے عبرت حاصل کریں، قرآن مجید میں مومنین، صادقین کا ایک وصف بتلایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر، ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تازگی اور سرور بخشے گا اور ان کے صبر کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔" (الدہر: 8-12)

آپ مشکل حالات میں حوصلہ نہ ہاریں اور اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھیں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بھنور سے آپ کی کشتی کو نکال دے گا۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندے پسند ہیں جو اس پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔

آپ میں خوئے دلنوازی ہو، جب آپ اپنی قوم کے سربراہ ہیں تو ان کے مزاج سے واقف رہیں۔ ان کے آرام کا خیال رکھیں اور دکھ درد دور کرنے کے لئے عملی تدابیر کریں۔ آپ شیریں بیان ہوں اور لوگوں سے مسکرا کر ملیں۔ اللہ کے رسولؐ کی سیرت طیبہ میں یہ بات درج ہے کہ آپؐ سب سے زیادہ خوش دل اور مسکرانے والے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر ہر کوئی اپنی تکلیف بھول جاتا اور آفت زدہ یا ستم رسیدہ ہوتا تو آپؐ سے مل کر یہ سمجھ لیتا تھا کہ اب اس کی مصیبت اور کلفت کے دن دور ہوجائیں گے۔ خدارا آپ کسی مصیبت زدہ اور پریشان حال کو دیکھ کر اپنے گھر کے دروازے بند نہ کریں بلکہ اس کے لئے دل کے دروازے بھی کھول دیں۔

آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں اور کم خوراکی کی عادت ڈالیں، موسمی پھل اور دودھ کا استعمال کریں اور روز ہلکی پھلکی ورزش یا چہل قدمی کریں۔ اگر موٹاپا ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔ پیٹ میں اگر توند نکل آئی ہو تو اسے دور کرنے کی فکر کریں، آپ خوش لباس ہوں اور روز نہانے کی عادت ڈالیں۔ بعض لوگوں کے بارے میں

معلوم ہوتا ہے کہ وہ پسینے میں شرابور ہو جاتے ہیں لیکن غسل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کو تو وہ بندے پسند ہیں جو اپنے جسم ولباس کی پاکیزگی کا خیال رکھتے ہیں۔ اگر آپ چائے زیادہ پینے کے عادی ہیں تو کم کر دیجئے کیونکہ زیادہ چائے کا پینا صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ سال میں دو بار اگر اپنا میڈیکل چیک اپ کرائیں تو مسائل اور عوارض سے نجات مل سکتی ہے۔ تمباکو کا کسی شکل میں بھی استعمال نہ ہو کیونکہ یہ صحت کے لئے سم قاتل ہے۔

اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کی کوشش کیجئے، اچھے مقرر اور خطیب بننے کے علاوہ تحریر میں بھی مہارت حاصل کریں۔ تقریر کا اثر عارضی رہتا ہے لیکن تحریر کا اثر لاثانی ہوتا ہے اور عرصہ دراز تک لوگ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ابن تیمیہ کی تحریریں ہی تھیں جنہوں نے محمد بن عبدالوہاب کی زندگی پر انقلابی اثر ڈالا۔ آپ میں یہ وصف ہونا چاہئے کہ آپ حالات کی ڈگر پر چلنے والے نہ ہوں بلکہ حالات کا رخ بدلنے والے ہوں۔ محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد کے تاریخی کارناموں سے سبق حاصل کریں۔

آپ کے رویے اور کردار میں پختگی ہو، آپ باطل طاقتوں کے لئے موم کی ناک نہ ہوں بلکہ فولاد ہوں۔ باطل یہ جان لے کہ آپ کو جھکایا نہیں جاسکتا اور لاکھوں کروڑوں میں خریدا بھی نہیں جاسکتا۔ آپ دور حاضر کی ضروریات کے مطابق انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہوں اور تمام افراد کے ساتھ انصاف کریں۔ آپ منصوبہ بندی کا ذہن رکھتے ہوں اور اس کو عملی جامہ پہنائیں۔ تحریری صورت میں لائحہ عمل افراد کے سامنے پیش ہو اور افراد بھی بغیر حکم کے اپنے آپ کو اس کا پابند سمجھیں۔ مطالعے کا شوق ہو اور دین و دنیا کا مطالعہ کر کے دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق دین کے احکامات دنیا کے لوگوں کے سامنے آسان طریقے سے پیش کریں۔ اپنے مقصد اور نصب العین کے لئے ہر قسم کی قربانی دے کر ایک مثال قائم کریں اور اپنے روزگار کے معاملے میں خود کفیل ہوں۔

بقیہ......زکوٰۃ وصدقات کے دینی ودنیوی فوائد وثمرات

میرے دل کو اتنا سکون، راحت اور مسرت ملی کہ اس کے اثرات میرے چہرے بلکہ پورے بدن پر عیاں تھے، مجھے شاداں وفرحاں دیکھ کر میرے بچوں نے بڑی محبت سے پوچھا ابا جان آج کیا ماجرا ہے؟ آپ کے چہرے پر تو ہمیشہ تفکرات سایہ کئے رکھتے ہیں، لیکن آج آپ کے انگ انگ سے مسرت وشادمانی کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ میں نے مناسب اور مختصر سے الفاظ میں انہیں اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ سے آگاہ کیا اور اللہ کے حضور سربسجود ہوگیا کہ اس مالک حقیقی نے مجھے بھی اپنی مخلوق کی خدمت کا موقع دیا اور اس کے نتیجے میں مجھے اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال کر دیا، کچھ عرصہ بعد حسب معمول امریکہ گیا تو میرے معالج میری ٹیسٹ رپورٹس دیکھ کر حیران رہ گئے، کہ میں مرض دل کے ہاتھوں موت کے منہ تک پہنچ چکا تھا، لیکن آج میری رپورٹس بالکل نارمل تھیں جیسے مجھے کبھی یہ مرض ہوا ہی نہیں تھا، انہوں نے مجھ سے پوچھنا شروع کر دیا کہ تم نے کون سا نسخہ استعمال کیا ہے، کس ڈاکٹر و معالج سے علاج کروایا ہے، میں نے انہیں بتایا کہ یہ کسی عام ڈاکٹر ومعالج کا نسخہ نہیں بلکہ محسن انسانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج سے چودہ سو سال پہلے بتایا ہوا نسخہ ہے کہ صدقہ بیماریوں اور مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے۔

اس کے علاوہ زکوٰۃ دلوں کا تزکیہ کرتی ہے، دل روحانی امراض سے پاک ہوتے ہیں، کنجوس اور بخیل کے مرض سے نجات ملتی ہے، اللہ کے بندوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، غرباء میں امیروں سے حسد ختم ہوتا ہے اور دونوں طبقات میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ ان بے شمار فوائد کے باوجود ہم اس عظیم فریضہ سے غافل ہیں، جو لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں، تو وہ بھی بے دلی کے ساتھ، نقد رقم کی نکالی تو زیورات رہ گئے، بیماریوں پر لاکھوں روپے خرچ کرنا بار محسوس نہیں ہوتا، لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی گراں گذرتی ہے۔

میرا نشیمن بھی تو شاخِ نشیمن بھی تو!

یاسمین حمید

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو، ترے عفو بندہ نواز میں

تیرا حلم مجھ گنہگار کے لئے کتنا زیادہ ہے۔ میں تیری صریحاً نافرمانی کرتی ہوں، تیری دی ہوئی نعمتوں کو تیری مرضی کے خلاف استعمال کر کے تیرے غضب کو بھڑکاتی رہتی ہوں، مگر اے حلیم آقا! تو مجھے پھر بھی برداشت کئے ہوئے ہے نہ صرف برداشت کئے ہوئے ہے بلکہ اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

میرے کام بناتا ہے، میری مشکلوں کو آسان کرتا ہے اور اپنے گناہوں کے ہاتھوں جن ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہوتی ہوں، ان سے نجات دینے والا بھی تو ہی ہے۔ میری مسلسل نافرمانیاں، نمک حرامیاں مجھے ہرگز اس قابل نہیں چھوڑتیں کہ پھر اپنی حاجات لے کر تیرے دربار میں آؤں۔ آخر کس منہ سے آؤں؟ مگر اے مالک! تیرا بے پناہ رحم و کرم، تیرے عفو و درگزر کی وسعتیں مجھ عاصی و گنہگار کو پناہ دے دیتی ہیں۔ اے میرے مالک! یہ صرف تیرا ہی کرم ہے یہ صرف تیرا ہی حلم ہے تو مجھ گناہوں میں لتھڑی ہوئی کو اپنے در رحمت سے دھتکارتا نہیں۔ مجھے شرم نہیں دلاتا، مجھ عاصی وخطا کار کو نوازنے سے انکار نہیں کرتا، ذلیل و رسوا ہونے سے بچاتا ہے، مانگنے سے نہیں روکتا۔ تمام نافرمانیوں، ڈھٹائیوں، سرکشیوں اور گناہ کی غلاظتوں کے باوجود تو مجھ سے کہتا ہے کہ مانگ! جتنا اور جس قدر مانگنا ہے مانگ لے، میرا دامن رحمت اب بھی تجھے پناہ دینے کے لئے تیار ہے۔ مالک! تیرا یہ حلم، یہ عفو و درگزر، یہ چشم پوشی کا رویہ مجھے اس پر خطا زندگی میں بھی مایوس نہیں کرتا۔ تیری یہ یقین دہانی کہ:

اپنی منزل کی طرف لوٹ کے آجا اب تو
آ! کہ مل جائے پھر اللہ کی نصرت تجھ کو!

میری ہمت بندھاتی ہے، مجھے گناہوں کے چکر سے نکال کر نیکی کی راہوں پر لاتی ہے۔ مالک! گناہوں کے اندھیروں سے تیری اطاعت کی روشن راہوں پر میرا آجانا، صرف تیرے حکم کا مرہون منت ہے۔ اے میرے مالک! صرف اور صرف تو ہی اس جہاں میں میرا دوست ہے اور کوئی اس لائق ہے ہی نہیں کہ اسے دوست بنایا جائے، تو میرا ایسا دوست ہے جو مجھے اس سے کہیں زیادہ جانتا ہے جتنا کہ میں خود اپنے آپ کو جانتی ہوں۔ "الا یعلم من خلق" اور تو کیسے مجھے نہ جانے گا جب کہ تو نے ہی تو مجھے پیدا کیا ہے۔ میری ضروریات، میری خواہشات، میری آرزوئیں اور میری تمنائیں صرف اور صرف تو ہی جانتا ہے، نہ صرف جانتا ہے بلکہ ان کو پورا کرنے کی قدرت بھی صرف اور صرف تجھے ہی حاصل ہے، لہٰذا اے میرے مالک! میری توقعات کا مرکز ومحور تو ہے، تجھ ہی سے امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں اور کسی سے بھی نہیں۔ اس لئے کہ کوئی بھی انسان جب اپنی توقعات، اپنی خواہشات پوری کرنے پر قادر نہیں ہے تو کسی اور کی تمنائیں کیسے پوری کر سکتا ہے۔

اے مالک! تو میرا خیر خواہ ہے۔ اس بھری پری کائنات میں کوئی بھی تجھ سے بڑھ کر یا تیرے برابر میرا خیر خواہ نہیں۔ یہاں تک کہ میں خود بھی تجھ سے بڑھ کر اپنی خیر خواہ نہیں ہوں۔ مجھے تیری خیر خواہی پر یقین ہے، اے مالک! میں نے تیری خیر خواہی پر کبھی شک نہیں کیا۔ مجھے اعتماد ہے تو ہر حال میں میرا خیر خواہ ہے۔ جب تو مجھے اپنی کسی نعمت سے نوازتا ہے تب بھی تو میرا بھلا چاہتا ہے اور جب تو کسی نعمت سے محروم کرتا ہے تب بھی میری بھلائی کے سوا تجھے کچھ اور مطلوب نہیں ہوتا۔ تیری خیر خواہی پر میرا یقین، نوازشوں اور محرومیوں ہر دو حالتوں میں مجھے مطمئن رکھتا ہے۔ اے میرے مالک! مجھے تیرے ہوتے ہوئے پریشان ہونے پر شرم آتی ہے۔ کیونکہ تو موجود ہے اور تیری ذات ہر کام پر قادر ہے،

کوئی بھی چیز تجھے کسی کام کے کرنے سے عاجز نہیں کرتی تو پھر میں غم کس بات کا کروں؟ پریشان کس بات پر رہوں؟ میرا اعتماد تو تجھ پر ہے۔ تیری بے پناہ قدرتوں پر ہے، تیری ہر لمحہ تائید و نصرت پر ہے۔ ظاہری اسباب مجھے پریشان اس لئے نہیں کرتے کہ مجھے ان کی کم مائیگی کا علم ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تو اسباب کا تابع نہیں ہے۔ اسباب تیرے تابع ہیں۔

مالک! میں تیری وہ بندی ہوں جس پر تیری نوازشیں، تیرے انعامات، تیری مہربانیاں اس روز سے بھی پہلے سے ہیں جب سے میں نے آنکھ کھولی۔ میری ہر سانس تیری مہربانی ہے اور ہر سانس کے ساتھ تیری مہربانیاں ہیں۔

مالک! اس پوری کائنات میں تجھ سے بڑھ کر میرا خیال رکھنے والا اور کوئی نہیں۔ میرا خیال اور کوئی رکھ بھی کیسے سکتا ہے؟ کوئی مجھے اس قدر جانتا ہی نہیں، جان سکتا ہی نہیں، جتنا تو مجھے جانتا ہے اور اگر جان بھی لے، تو کس حد تک جانے گا؟ اور جس حد تک جانے گا تو اس حد تک بھی میرا خیال رکھنے کی قدرت وہ شخص آخر کیسے رکھ سکتا ہے جو اپنا خیال رکھنے پر قادر نہیں ہے۔

مالک! میری ضروریات کا، میری خواہشات کا، میری تمناؤں کا، یہاں تک کہ میرے لطف ترین جذبات کا، میرے احساسات کا نزاکتوں کا، اے لطیف وخبیر! صرف تو ہی خیال رکھنے والا ہے۔ مالک! میں کیسے سمجھوں کہ تجھے میرا خیال نہیں۔ میرے نانا ابا کے دل میں پیار و محبت میرے لئے تو نے رکھی۔ میری نانی اماں کو سارا سارا دن میرے لئے دعائیں کرنے اور پیار دینے پر تو نے لگایا۔ تو نے میرے ماموؤں سے کہا، اسے بس پیار ہی دو۔ تو نے میری بہنوں سے کہا کہ نہ صرف اس کی ضروریات ہی کا خیال رکھو، خواہشات کا بھی احترام کرو۔

مالک! میرے دوستوں کو مجھ سے پیار کرنا تو نے ہی سکھایا۔ مالک! تو کتنا پیار کرنے والا ہے۔ تو کتنے پیار سے میرے قلبی جذبات و احساسات اور ان کی نزاکتوں کو پڑھتا ہے اور کوئی پڑھ سکتا بھی نہیں، اس لئے کہ میرا دل ہے تو تیرا...... اس دل میں احساسات کا گزر تو نہیں جانے گا تو اور کون جانے گا۔

مالک! میں کیسے کہہ دوں کہ دل غمگین کے لطیف احساسات کا تجھے پاس و لحاظ نہیں، یتیم کے سر پر پیار و محبت اور شفقت سے رکھا ہوا ہر ہاتھ مجھے یقین دلاتا ہے کہ تجھے میرا سب سے بڑھ کر خیال ہے۔ تو کتنے پیار سے دست شفقت خود رکھتا ہے، اوروں سے رکھواتا ہے۔ تو نے اپنے محبوبؐ کی زبانی یہ خوشخبری دی کہ یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے والے کے لئے اتنا اجر ہے کہ جتنے بال اس کے ہاتھ کی انگلیوں نے چھوئے ہوں۔

اے مالک! تو ہی میرا محافظ ہے، میرا نگہبان تو ہی ہے۔ میرا سرپرست تو ہی ہے۔ میری عزت، میرے مال کی حفاظت کی فکر مجھ سے بڑھ کر تجھے ہے۔ تو نے میری عزت کی حفاظت کی۔ یقیناً یہ تو ہی تھا جس نے ان لوگوں کو بدترین سزا دی جنہوں نے مجھے نقصان پہنچانا چاہا۔ میرے معاشرے کو یہاں تک یہ کہہ کر خبردار کیا: ترجمہ: (جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے)۔

مالک! میں کیسے کہہ دوں کہ تو نے مجھے بے آسرا چھوڑا ہے، تو اس دل کی نزاکت کو خوب جانتا ہے جسے ناگہانی غم، کمزور اور حساس بنا دیتا ہے، تجھے معلوم ہے اے مالک! کہ ایسا دل معمولی سی سخت بات بھی بہت درشت، بہت تلخ محسوس کرتا ہے۔ تو نے ایسے دل کا خیال رکھتے ہوئے سب اہل دنیا کو حکم دیا۔ **"فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ"** (لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو)

مالک! جب تو زندگی کی چہل پہل سے دور ایک بیمار کو بستر پر لٹاتا ہے، تو اسے مایوس ہونے کے لئے، پریشان ہونے کے لئے تنہا نہیں چھوڑتا، تو اس کی دلی کیفیات کو پڑھتا ہے، تو اس کے دوستوں کو کہتا ہے، حکما کہتا ہے کہ اس کے پاس جاؤ۔ اس کے چاہنے والوں کو اس کے پاس بٹھاتا ہے۔ اسے تسلی دلواتا ہے، اسے اجر و ثواب کے وعدوں سے خوش رکھتا ہے اور اس کی بیماری ہی کو اس کے

لئے اخروی فلاح کا سامان بنا دیتا ہے۔

مالک! میرا دل تجھے ایک بہترین غمگسار، ایک بہترین مہربان کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اس وقت جب میں دیکھتی ہوں کہ تو نے میرے اور میرے گھر کی خبر گیری کرنے والے کے لئے انعام مقرر کیا، وہی انعام جو تو مجاہد فی سبیل اللہ اور صائم الدہر کو دیا کرتا ہے۔ یہ سارا اہتمام تو نے صرف میرے لئے کیا، مالک! میرے دل کو اپنا حقیقی شکر گزار بنا۔ مالک! تو نے میرا خیال تو اس لمحے بھی رکھا، جب مجھ سے بڑھ کر اس روئے زمین پر تیرا نافرمان اور کوئی نہیں تھا۔ مالک! گناہوں کی غلاظتوں اور ان کے تعفن میں بھی تو نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ایسے میں میرے دل میں نحوست، میرے ضمیر میں ملامت، میری طبیعت میں وحشت تو نے ہی رکھ دی اور یہ مجھ انتہائی گنہگار پر تیرا ایک خاص انعام تھا۔

میرا ہی ناصبور دل شکر بجا نہ لاسکا اس کی نوازشوں میں تو کوئی کمی ہوئی نہیں

مالک! میری روح کا طبیب صرف تو ہی ہے، میں تیری ہوں۔ میری روح بھی تیری ہے، میرا معالج حقیقی بھی تو ہی ہے۔ میرا شافی تو ہے، صرف تو!

مالک جب کبھی میری بیمار روح کی وحشتیں حد سے بڑھتی ہیں تو میں تیرے مطب میں آتی ہوں، تجھ سے اپنا حال دل بیان کرتی ہوں، تو نہ صرف دوا دیتا ہے، خوراک بتلاتا ہے، ایک ایک کرکے پرہیز گنواتا ہے بلکہ میرے سامنے میری بیماری کے اسباب بھی ایک ایک کرکے رکھتا ہے۔ پھر ان اسباب کو دور کرنے کے طریقے بھی سمجھاتا ہے، یہ تیرے خاص احسانات ہیں۔ مالک! میرا حال تو یہ ہے کہ تجھ سے نسخہ لکھوا کر بھی تجھ سے دوا لے کر بھی اور تجھ سے پرہیز کی ہدایات لے کر بھی اسباب مرض سے آگاہ ہو کر بھی اور اسے دور کرنے کا طریقہ سمجھ کر بھی اپنے مرض سے نکلنے کی کوئی خاص فکر نہیں کرتی۔ اپنے امراض کے پالنے کی اب تک عزیز رکھا ہے۔ مالک! تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے۔ اگر تو میرے گناہوں پر پردہ نہ ڈالتا تو میرے گناہوں میں بدبو رکھ دیتا تو میرے یہ دوست، میرے بہن بھائی جو آج بڑی محبت اور چاہت سے میرے پاس بیٹھتے ہیں کبھی میرے پاس بیٹھنا گوارا نہ کرتے۔ مالک! مجھے امید ہے اس روز بھی جب میدان حشر میں تمام انسان جمع ہوں گے تو میرے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔ مالک! تجھ ستار سے ایسی ہی امید ہے، مگر دل ڈرتا بھی ہے تو بے نیاز بھی ہے۔ مالک میں تیری صفات ستاری اور غفاری ہی پر بھروسہ کرتی ہوں۔ مالک! تو بن مانگے دیتا ہے۔ تو نے بن مانگے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ مانگوں گی، تو تو مجھے ضرور دے گا۔ مالک تو نے سال کو ہر حال میں نوازا ہے۔ تیری رحیمی، تیری کریمی سے کوئی آرزو رد نہیں کی۔ مالک! تجھ سے بڑھ کر میری نیکی کا قدردان کوئی نہیں۔ تیری قدردانیوں نے مجھے لوگوں کی تعریف سے بے نیاز کیا ہے۔ مجھے مسلسل نیکی کا حوصلہ دیا ہے۔ حسن عمل کی قوت دی ہے۔ اگر تو میرا قدردان ہے میرے کام کو کوئی سراہے یا نہ سراہے، کوئی میرا بنے یا نہ بنے، کیا غم ہے، کیا میرے لئے یہ اطمینان کافی نہیں کہ تو قدردان ہے، تجھ سے بڑھ کر اور ہے کون؟ جس سے میں قدر چاہوں اور کوئی میری قدر کر بھی کیا سکتا ہے؟

مالک! میں تیرا احسان اپنے ساتھ ہر حال میں محسوس کرتی ہوں لیکن جہاں تک میرا اپنا رویہ ہے وہ کسی طرح بھی قابل اطمینان نہیں۔ میں تیری بندگی کا حق ادا نہیں کرسکتی۔ میں اس احساس سے خالی ہوں، میں سارا سارا دن اور ساری ساری رات تیری رحمت کے سائے میں گزارتی ہوں، مگر تیری پروا نہیں کرتی۔ سوچتی تک نہیں۔ کہ میں کیسی سرکش ہوں، گناہ کی لذتیں تیری سخت گیری کے احساس سے مجھے غافل کردیتی ہیں۔ نافرمانیوں پر تیری غضب ناک نگاہیں مجھے نظر ہی نہیں آتی۔ تیری ناراضی اور روٹھنے کا احساس ہی نہیں ہوتا اور اگر کبھی کسی حد تک ہوا بھی، تو تجھے منانے تیرے پیچھے پیچھے جانے کا کوئی خیال ہی نہیں آتا۔ مجھے تیری ناراضی غمگین ہی نہیں کرتی۔ غضب مجھے پریشان ہی نہیں کرتا۔ مالک! اس بے حسی سے مجھے نجات دے۔ اپنی محبت کے ساتھ اپنے غیظ و غضب کے احساس سے بھی اپنی عاجز بندی کو نواز۔

تحریر: احمد خلیل جمعہ
ترجمہ: محمود احمد غضنفر

حضرت ام معبد الخزاعیہ رضی اللہ عنہا

"اللهم بارك لها فی شاتها"

"الٰہی ان کی بکری میں برکت عطا کردے۔" دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

سعادت مند خاتون

جس خاتون کی ہم سیرت بیان کرنے لگے ہیں، زمانہ جاہلیت میں وہ گمنام تھیں۔ وہ ایک دیہاتی خاتون تھیں، ان کی شہرت ان کے خیمے یا خاندان تک محدود تھی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جب معبود حقیقی لوگوں کو کسی سعادت مند کے لئے مسخر کردیتا ہے تو وہ لوگ بھی سعادت مند بن جاتے ہیں۔ اس خاتون پر اس وقت برکت کی برسات برسی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے موقع پر دوران سفر بطور مہمان ٹھہرے تھے۔ اس خاتون کے لئے سعادت کے اسباب لکھ دیئے گئے اور یہ تمام صحابہ کرامؓ میں مشہور ومعروف خاتون بن گئیں۔

کیا آپ اس مہمان نواز خاتون کو جانتے ہیں؟

یہ ام معبد خزاعہؓ ہیں، ان کا نام عاتکہ بن خالد بن منقذ تھا۔ (الطبقات 8/228) یہ جیش بن خالد الخزاعی الکعبی کی ہمشیرہ تھی۔ ام معبد خزاعیہؓ سے مروی حدیث کے وہی راوی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معبدؓ کے ہاں فروکش ہوئے جس سے تمام خواتین میں ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ یہ جود وکرم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی فصیح و بلیغ قادر الکلام خاتون تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ جس خوبصورت انداز میں انہوں نے بیان کئے وہ تاریخی اعتبار سے ایک قابل تعریف، دلکش، دل پذیر اور مستند حوالے سے تصور کئے جاتے ہیں۔ (الاستیعاب 1/388)

شمائل محمدیہ کے حوالے سے ام معبدؓ کا بیان سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

"الٰہی ان کی بکری میں برکت عطا کردے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ مدینہ منورہ روانگی کے لئے تیار ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط اللیثی کی خدمات حاصل کی گئیں کیونکہ وہ جنگلی راستوں کے بہت بڑے ماہر تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے سواری کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ آپ کی بیٹی اسماء کھانا لے آئیں، جسے تھیلے میں ڈال کر ازار بند سے باندھ دیا تھا۔

اس موقع پر جب انہیں تھیلے کا منہ باندھنے کے لئے کوئی رسی نہ ملی تو انہوں نے اپنے ہی ازار بند کے درمیان دو حصے کئے اور ایک سے تھیلے کا منہ باندھ دیا، اس حوالے سے ان کا لقب ذات النطاقین مشہور ومعروف ہوگیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سفر پر رواں ہوئے صدیق اکبرؓ کا غلام عامر بن فہیرہ خدمت کے لئے ہمراہ تھا۔

مہاجر قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ سواریاں کبھی تیز اور کبھی آہستہ چلتیں، اس طرح وہ اجاڑ بیابان صحرا میں مسلسل چلے جارہے تھے۔ جب چلتے چلتے تھک جاتے تو قدرے ستانے کے لئے پڑاؤ کرلیتے۔ عام طور پر پڑاؤ ایسی جگہ کیا جاتا جہاں قرب و جواب میں اقامت گزینوں کی کوئی بستی ہوتی اور ان کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ میسر ہوتا۔ یہاں تک کہ اس راہ پر چلتے چلتے اس قافلے کا گزر ام معبد خزاعیہؓ کے ہاں سے ہوا۔

ام معبدؓ کا گھر قدیم بستی میں تھا (معجم البلدان 4/313) شریف الطبع خاتون تھیں اور ان کے چہرے مہرے سے طاقت، صبر اور توانائی کے آثار نمایاں جھلکتے تھے۔ یہ اپنے خیمے کے سامنے بڑے باوقار انداز میں بیٹھتیں، وہاں سے گزرنے والے مسافروں کو کھانا کھلاتیں اور پانی پلاتیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں ٹھہرے، ان سے گوشت اور کھجوروں کے تعلق سے پوچھا تاکہ وہ خرید لیں، ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا، انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا: بخدا اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں آج مہمان نوازی کا اعزاز حاصل کرنے سے محروم نہ رہتی۔ کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں پوچھنے بھی نہ دیتی اور نہ ہی آپ کو قیمت ادا کرنا پڑتی۔

یہ سال خشک تھا، پورا دیہاتی علاقہ قحط کی لپیٹ میں تھا، لوگوں کے پاس کھانے پینے کی چیزیں ختم ہوچکی تھیں۔ تمام لوگ شدید قحط کی زد میں آئے ہوئے تھے، سخت بھوک اور افلاس کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت سوکھ کر کانٹا بن چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ خیمے کے ایک کونے میں کھڑی بکری پر پڑی، آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟

عرض کی یہ بہت لاغر ہے جس کی وجہ سے یہ دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے کے لئے نہ جاسکی۔

آپؐ نے دریافت فرمایا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟

عرض کی کمزوری کی وجہ سے یہ دودھ دینے کے قابل نہیں رہی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا آپ مجھے اجازت دیتی ہیں کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں؟

انہوں نے کہا کیوں نہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان، چشم ما روشن دل ما شاد اگر آپ کو اس میں دودھ کے آثار دکھائی دیتے ہیں تو بڑے شوق سے دودھ حاصل کرلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، اللہ کا نام لیا اور یہ دعا کی:

"الٰہی اس بکری میں برکت عطا کردے۔"

ان دعائیہ کلمات کا آپؐ کے مبارک منہ سے نکلنا تھا کہ بکری کا ہوانا بھر گیا اور اس کے تھنوں سے دودھ جاری ہوا۔ آپؐ نے اتنا بڑا برتن منگوایا جس سے پورا کنبہ سیر ہوسکے جس سے پوری جماعت سیراب ہوسکے۔ آپؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دودھ دوہا، یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔

آپؐ نے پہلے گھر کی مالکہ خاتون کو دودھ پلایا، انہوں نے خوب سیر ہوکر پیا پھر آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو دودھ پلایا اور آخر میں دودھ پیا اور فرمایا:

"قوم کا ساقی آخر میں پیا کرتا ہے"۔

پھر آپؐ نے دوبارہ دودھ دوہا یہاں تک کہ برتن بھر گیا، آپؐ نے وہ دودھ ام معبدؓ کے پاس چھوڑا اور آپؐ وہاں سے روانہ ہوگئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبدؓ کے حق میں برکت کی دعا کی جس سے ان کے بھاگ جاگ اٹھے۔

بوصیری نے اپنے قصیدے میں اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے:

درت الشاه حين مرت عليها
فلها ثروة بها و نماء

جب قافلہ ام معبدؓ کے پاس سے گزرا تو بکری دودھ سے مالا مال ہوگئی اور وہ بکری ان کے لئے دولت اور فراوانی کا باعث بن گئی۔

علامہ سبکی نے اپنے قصیدے میں اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ شعر کہا:

مسحت على شاة لدى ام معبد
بجهد فالفتها ادر حلوبة
(الطبقات 1/230)

آپؐ نے ام معبدؓ کی بکری کو بڑی چاہت اور کوشش سے تھپکی دی تو وہ وافر مقدار میں دودھ دینے والی بن گئی۔

واضح ایمانی موقف

نادر و پسندیدہ بات یہ ہے کہ ام معبدؓ کے دل کو ایمان کی نرم و نازک ہوا نے اس وقت چھولیا تھا اور نسیم اسلام کے عطر بیز جھونکے ان ابتدائی لمحات میں ان کے دل سے جاٹکرائے تھے جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور آپ کی میٹھی میٹھی باتیں سنی تھیں۔ راویوں کا بیان بھی میرے اس موقع کی تائید کرتا ہے۔

قریش کے چند جوان ام معبدؓ کے پاس سے گزرے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے بارے میں دریافت کیا وہ آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ انہوں نے خطرے کو بھانپتے ہوئے ان کے سامنے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تم مجھ سے ایک ایسی بات پوچھتے ہو جس کے بارے میں نے اس سے پہلے سنا ہی نہیں، بھلا میں کیا جانوں؟ جب جانوں ہی نہیں تو تمہیں بتاؤں کیا؟

اس طرح انہوں نے قریشی نوجوان کا رخ پھیر کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہنے کی تدبیر کی، یہ انداز ان کی ذہانت پر دلالت کرتا ہے۔

ام معبدؓ کی فصاحت

حسن و جمال کے اوصاف و محاسن کو جب شمار کیا جائے گا تو کلام کا حسن ان پر بازی لے جائے گا، اس لئے کہ حسن و جمال کے معانی کا پرتو صرف جسم ہوتا ہے جب کہ کلام کا حسن روح اور دل سے کشید ہوتا ہے۔

فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ام معبدؓ مشہور و معروف ہوئیں کیونکہ اسلوب گفتگو جادو اثر اور ایسا دلنشین ہوتا تھا کہ سننے والے کے دل کو اپنی گرفت میں لے لیتا تھا۔ انہوں نے اپنے حسن بیان سے ایسی شہرت پائی کہ کبھی بھلائی نہ جا سکیں اور خاص طور پر حسن انداز سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے اس کی تو مثال نہیں ملتی۔ بہت سے لوگوں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے آپ کے شمائل کا تذکرہ بڑی فصاحت و بلاغت سے کیا لیکن ام معبدؓ کی فصاحت و بلاغت کے معیار کو کوئی نہ پہنچ سکا۔ جب ام معبدؓ نے اپنے خاوند ابو معبدؓ کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اس انداز میں بیان کئے کہ ان کے کانوں میں رسیلے کلمات رس گھول گئے۔ ان کی آنکھوں میں چمک اور دل میں وجد آفریں سرور پیدا کر گئے بلکہ یہ اوصاف سنتے ہی ان کے دل میں یہ ولولہ پیدا ہوا کہ ابھی اسی وقت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دوں۔

سبحان اللہ

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ابو معبدؓ کمزور، لاغر اور ہڈیوں کے ڈھانچوں پر مشتمل بکریوں کا ریوڑ چرا کر شام کو گھر واپس آئے، انہوں نے ام معبدؓ کے پاس دودھ دیکھا تو حیران رہ گئے، پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریاں تو گھر سے بہت دور تھیں اور یہاں گھر میں کوئی دودھ دینے والی بکری موجود نہ تھی، انہوں نے کہا: کیا بتاؤں ہمارے تو نصیب جاگ اٹھے، ایک برکتوں والی ہستی نے یہاں قدم رنجا فرمایا اور ہماری کایا پلٹ گئی: انہوں نے سارا قصہ سنایا۔

ابو معبدؓ نے یہ سن کر کہا: بخدا میرے خیال میں یہی تو وہ ہستی ہے جسے قریش تلاش کرتے پھرتے ہیں، ام معبدؓ مجھے بتاؤ وہ کیسے تھے، ان کا سراپا کیسا تھا؟ ان کا انداز گفتگو کیا تھا؟

ام معبدؓ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ایسی خوش اسلوبی سے بیان کرنے شروع کئے کہ سننے والا دم بخود ہو جائے۔ ایسی جادو بھری گفتگو اور دل کو قیدی بنانے والے الفاظ استعمال کئے کہ سننے والا انگشت بدنداں رہ جائے۔ ام معبدؓ نے ایسا نقشہ کھینچا کہ جیسے سننے والا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ ان جادو اثر الفاظ میں بیان کئے:

"خوش شکل، خوبرو، حسین و جمیل، جسمانی ساخت، جسے بڑی توند نے عیب دار نہ کیا تھا۔ نہ جسمانی ساخت کو سر کے گنجے پن نے حقیر بنایا۔ خوبصورت اور قد آور، غزالی آنکھیں، دراز پلکیں، گرجدار آواز، صراحی دار گردن، انتہائی حسین، سرگیں آنکھیں، باریک بھنویں جو آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ سر کے بال شدید سیاہ رنگ، چپ رہتے تو پروقار، بات کرتے تو پررونق اور خوبصورت۔ دور سے تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے اور قریب سے سب لوگوں سے زیادہ حسین شکل اور شیریں زبان دکھائی دیتے۔ شیریں کلام، فیصلہ کن گفتگو نہ اتنی طویل کہ اکتا دے اور نہ ہی اتنی مختصر کہ سمجھنے میں خلل

انداز ہو۔ بات کرتے تو یوں دکھائی دیتا جیسے منہ سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ درمیانہ قد نہ اتنا لمبا کہ آنکھ کو برا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھ کو حقیر لگے۔ دو ٹہنیوں میں درمیانی ٹہنی جو دیکھنے میں تینوں میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور خوبصورت دکھائی دے۔ آپ کو ایسے ساتھی گھیرے ہوئے تھے کہ جب بات کرتے تو کان لگا کر ان کی بات سنتے اور حکم کرتے تو فوراً حکم بجالاتے۔ ایسے مقدوم کہ مجلس ہر وقت بھری رہتی۔ نہ ماتھے پر بل ڈالنے والے اور نہ حواس باختہ۔

مدح رسولؐ بزبان ام معبدؓ

بولی عفیفہ مادر معبد کہ کیا کہوں
حیراں ہوں کہ اس کا سراپا بیاں کروں
اوصاف اس حبیب کے میں کس طرح گنوں
اس کے حسیں وجود کو تشبیہ کس سے دوں
وہ پیکر جمیل سراپا جمال ہے
میری زباں سے اس کی ستائش محال ہے
پاکیزہ رو، کشادہ جبیں، چشم سرگیں
گردن بلند، پتلیاں روشن قد حسیں
شیریں کلام، جادو بیاں نطق انگبیں
پیوستہ ابرو غالیہ مو زلف عنبریں
دل بستگی لئے ہوئے خاموش و پروقار
آواز پر جلال و ہمہ تمکنت شعار
دیکھیں جو دور سے تو وہ زیبا دکھائی دے
بولیں تو کھینچتا ہوا دل کو سنائی دے
گفتار موتیوں کی لڑی سی سجائی دے
مظلوم اس کے پاس پناہ کی دہائی دے
اس کے رفیق سنتے تو ہیں بولتے نہیں
فرمان پر زبان کبھی کھولتے نہیں

علیم ناصری

ابو معبدؓ نے سن کر کہا: بخدا یہی وہ ہستی ہے جو قریش کو مطلوب ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں ابھی ان سے جاملوں، اگر ہو سکا تو میں یہی کچھ کروں گا، اہل مکہ کے کانوں میں یہ آواز آئی:

جزى الله رب الناس خير خزائيه
رفيقين حلا خيمتي ام معبد
هما نزلا بالبر وارتحلا به
والفح من امسى رفيق محمد
(الاستیعاب 4/473)

اللہ رب الناس ان دونوں رفقا کو جزائے خیر عطا کرے جو ام معبدؓ کے خیمے میں فروکش ہوئے تھے۔ دونوں نیک تمناؤں سے فروکش ہوئے اور نیک خواہشات سے ہی وہاں سے کوچ کر گئے۔ یاد رہے کہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بنا وہ کامیاب ہو گیا۔

مناسب ہے یہ بھی تذکرہ کر دیا جائے کہ ام معبدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی وقت اسلام قبول کر لیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ان کے خیمے کے پاس تشریف فرما تھے۔ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی تھی۔

بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ام معبدؓ نے ہجرت کی اور اسلام قبول کیا، اسی طرح ابو معبدؓ نے ہجرت کی اور اسلام قبول کیا۔

ام معبدؓ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بہت لوگوں نے بیان کئے لیکن آپ نے جس اسلوب میں رسول اقدسؐ کے اوصاف بیان کئے کوئی اور اس درجے کو نہ پہنچ سکا تو ام معبدؓ نے برجستہ یہ بات کہی کہ عورت کا مشاہدہ مرد کی نسبت سے کہیں تیز اور گہرا ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ توصیف رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ام معبدؓ کے مقام کو کوئی نہ پہنچ سکا تو حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا:

لان النساء يصفن باهوائهن فيجدن في صفاتهن۔

ام معبدؓ اور ازواج مطہراتؓ

ازواج مطہرات ام معبدؓ کی بڑی عزت کیا کرتی تھیں۔ وہ ان کے مرتبے و مقام کو خوب اچھی طرح جانتی تھیں۔ ام معبدؓ ازواج مطہرات کے ساتھ ایک ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خلافت کے آخری ایام میں عثمان بن عفانؓ، عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا کہ ازواج مطہرات حج کے لئے تشریف لے جا رہی ہیں۔ حضرت عثمانؓ اپنی سواری پر ان

کے آگے اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اپنی سواری پر ان کے پیچھے ہیں۔ جب کوئی انسان آگے سے آتا دکھائی دیتا تو حضرت عثمانؓ کہتے ایک طرف ہوجاو۔ عبدالرحمن بن عوفؓ بھی پیچھے کسی کو دیکھ کر یہی کہتے جب ازواج مطہرات کہیں ٹھہراؤ کرتیں تو پردے کا اہتمام کیا جاتا، چاروں طرف درختوں کی اوٹ ہوتی جب میں نے انہیں دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ میں نے ان سے عرض کی، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے جب وہ اس جگہ فروکش ہوئے تھے۔ یہ سن کر سب رونے لگیں، انہوں نے مجھے بہت عزت دی، میری قدر اور ہر ایک میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور مجھ سے کہا کہ جب امیر المومنین ہمیں گزارہ الاؤنس دیں گے تو ہمارے پاس ضرور آنا۔ میں اس موقع پر گئی تو ہر ایک نے مجھے پچاس دینا دیئے، اس وقت ان کی تعداد سات تھی۔ (انساب الاشراف)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام معبدؓ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری ایام تک زندہ رہیں، وفات کب ہوئی تاریخ خاموش دکھائی دیتی ہے لیکن توصیف رسولؐ کے حوالے سے ان کا خوشبودار کلام ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات میں ثبت ہوگیا۔ جب ہجرت اور اوصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوتا ہے تو ام معبدؓ کا نام ضرور لیا جاتا ہے۔ اللہ ام معبدؓ پر راضی ہوا اور ان کا انجام اچھا ہوا اور انہیں جنت نشین کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف پندرہ روپے اور سالانہ خریداری 150 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

بزم رفتہ کی سچی کہانیاں

کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ

جو علمی حلقوں میں مورخ اسلام کے لقب سے جانے جاتے ہیں، ماضی قریب کے برصغیر کی سطح کے نہیں، عالم اسلامی کی سطح کے ایک درویش صفت زاہد شعار اور پورے عالمانہ وقار کے حامل اہل قلم اور مصنف گزرے ہیں، تاریخ اور حدیث پر آپ کی گہری نظر تھی، ممبئی (سابق نام بمبئی) میں جہاں ہُن برستا ہے اور دولت کی ریل پیل ہے، میں ایک چھوٹی سی کوٹھری میں بیٹھ کر عرب وہند کے تعلقات اور نہ جانے کتنی کن موضوعات پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھتے رہے اور چینٹی کے منہ سے شکر جمع کرتے رہے آپ کے بارے میں ایک تذکرہ نگار نے لکھا ہے:

بمبئی کی مشہور سماجی شخصیت، دین دار مخیّر تاجر اور مہاراشٹر میں مسلم بچوں اور بچیوں کی عصری و دینی تعلیم کے لئے درد رکھنے والے اور کام کرنے والے حاجی عبدالغنی صاحب "اطلس ولا" ایک بار کہنے لگے کہ قاضی صاحب کا بمبئی میں یہ حال تھا کہ قاضی صاحب آگے آگے اور بمبئی ان کے پیچھے پیچھے چلتی تھیں۔ مگر قاضی صاحب مرحوم اپنے پیروں سے بمبئی کو جھٹک جھٹک کر چلتے تھے۔ اسی سفر میں بمبئی کے ایک مشہور دیندار اور نوجوان مخیّر تاجر......
جو بلاشبہ اپنی دولت دینی ترجیحات پر خرچ کرتے ہیں، کہنے لگے کہ اگر قاضی صاحب مجھ سے پچاس لاکھ روپیہ مانگتے تو میں انہیں بخوشی دے دیتا اور اپنے لئے باعث فخر سمجھتا اور کبھی واپسی کا خواہش مند نہیں ہوتا، ایسے بہت سے لوگ تھے جو یہ خواہش رکھتے تھے کہ قاضی صاحب کبھی خدمت کا موقع دیں۔ اس کا اظہار بھی کیا کرتے تھے، جیسے سیٹھ عبدالستار صاحب، احمر عمرل والا، زینل علی رضا مشہور جوہری وغیرہ وغیرہ۔ ایک بار کہنے لگے کہ میں "انقلاب" (اخبار بمبئی) کے دفتر میں تھا، زینل علی رضا جوہری کے سکریٹری کا فون آیا کہ اگر قاضی اطہر مبارکپوری موجود ہوں تو کہئے کہ انہیں زینل علی رضا صاحب (جو دنیا کے مشہور احجار کریمہ (قیمتی پتھر) کے تاجر اور دنیا کے چند مالدار ترین لوگوں میں سے ایک ہیں) یاد کررہے ہیں، ملاقات کرلیں۔ (راقم سطور، قاضی ظفر مسعود بن قاضی اطہر مبارکپوری ہیں) والد صاحب نے کہا کہ آپ کہہ دیں کہ اگر زینل علی رضا بھائی اپنی دولت میں بڑے ہیں تو قاضی اطہر اپنے علم میں بڑے ہیں، اگر انہیں ضرورت ہے تو میرے پاس آئیں۔ سعودی فرماں روا شاہ سعود انہیں چچا کہتے ہیں۔ (ماہنامہ ضیاء الاسلام، ص: 370، قاضی اطہر مبارکپوری نمبر شیخوپور اعظم گڑھ)

بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

ہارون رشید (809......766ء)

کی بادشاہت کے زمانے میں ایک دفعہ قحط پڑا، لوگ قدرتی طور پر پریشان نظر آنے لگے، ایک دیہاتی کے دل میں خیال آیا کہ میں اور میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں، ایسے شدید مرحلے پر کیوں نہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ کر اس کے خزانے سے کچھ طلب کیا جائے تاکہ ہماری اصلاح حال ہو اور کچھ نہ کچھ پریشانی دور ہو.......... جب وہ اس ارادے کے ساتھ آیا تو دیکھا کہ

ہارون رشید نماز میں مصروف ہیں، دربان نے کہا ذرا ٹھہر جا۔ یہ دیہاتی بیچارہ ٹھہر گیا، ہارون رشید جب سلام پھیر چکے اور دعا سے فراغت ہو چکی تو وہ دیہاتی کی طرف متوجہ ہوئے اور آنے کی غرض دریافت کی، دیہاتی نے کہا، یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا کہ کیوں آیا ہوں، پہلے آپ بتایئے کہ آپ کیا کر رہے تھے؟ ہارون رشید نے کہا میں اپنے اللہ کے آگے جھک رہا تھا، دیہاتی نے پوچھا کہ آپ سے بھی کوئی بڑا ہے؟ جواب دیا کہ مجھ سے بڑے اللہ میاں ہیں، میں ان سے مانگتا ہوں۔ بس دیہاتی یہ سن کر لوٹ گیا، جب وہ لوٹ رہا تھا تو معرفت سے بھرے ہوئے یہ الفاظ اس کی زبان پر تھے:

''میں کیوں نہ اس سے مانگوں جس سے آپ مانگ رہے ہیں، جب آپ بھی اس کے محتاج ہیں تو میں محتاج کا محتاج کیوں بنوں''۔

حقیقت یہی ہے کہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے بے بس ہیں، وہی سب کے کام آتا ہے، نہ کوئی کسی کو دے سکتا ہے اور نہ چھین سکتا ہے، وہی دیتا ہے اور اسی کو چھیننے کی قدرت ہے۔ آدمی کو اگر کچھ لینا ہے تو اپنے معاملے کو اللہ سے درست کرلے سب کچھ مل جائے گا۔ ان سے بگاڑی تو ملا ملایا بھی چھن جائے گا............ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر اللہ کے خاشاک کو جلانا اور ایک ہی اللہ سے اپنی تمام ضرورتوں، حاجتوں اور امیدوں کو وابستہ رکھنا یہ مومن کی زندگی کی سب سے بڑی پہچان ہے۔

قرآن حکیم کی متعدد آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حکیم الشعراء امجد حیدرآبادی (1961............ 1878ء) نے اس مضمون کو اپنے اِن اشعار میں خوب ادا کیا ہے۔

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

(چراغ راہ، ص:283 از مولانا رضوان القاسمیؒ)

یہ سن کر سلطان محمود رو پڑا

مالوہ کا حاکم سلطان محمود خلجی (م 1469ء) ایک بہادر سپاہی تھا اور ذاتی زندگی میں نہایت شریف اور منصف مزاج تھا، یہ حلال غذا کا بہت زیادہ اہتمام کرتا تھا۔

1461ء میں اس نے بیدر پر جب حملہ کیا جو نظام شاہ بہمنی کا دارالسلطنت تھا تو دوران محاصرہ اس کے سامنے ایک مسئلہ آیا کہ اپنے لئے حلال غذا کو کہاں سے لائے، حلال سبزیوں کا ذخیرہ جو اس کے پاس تھا وہ محاصرہ کے طول پکڑنے کی وجہ سے ختم ہو گیا۔

اس مسئلے کا اسے پہلے سے اندازہ تھا چنانچہ اپنے معمول کے مطابق وہ اپنے ملک سے مٹی اور تختے لے کر گیا تھا، اس نے لکڑی کے تختوں پر مٹی ڈال کر سبزی اگائی مگر وہ اس کی ضرورتوں کے لئے ناکافی ثابت ہوئی، بالآخر اس نے اس علاقہ کے ایک بزرگ مولانا شمس الدین کرمانیؒ کو بلایا، اور ان سے کہا کہ مجھے ایسے شخص کا پتہ بتلایئے جس کے پاس حلال روپئے سے خریدی ہوئی زمین ہو اور وہ میرے ہاتھ اس کو فروخت کردے، میں اس کو لے کر اس پر اپنے لئے سبزیاں اگاؤں گا، مولانا شمس الدین کرمانیؒ نے جواب دیا: تم نے ایک مسلمان ملک پر حملہ کیا، یہاں آکر تم لوگوں کا خون بہا رہے ہو اور آباد گھروں کو اجاڑ رہے ہو، حرام سالن سے تو تمہیں بچنے کی اتنی فکر ہے مگر مسلمانوں کے خون سے بچنے کی کوئی فکر نہیں۔ یہ سن کر سلطان محمود رو پڑا۔

اس واقعہ کو نقل کر کے بتانا یہ مقصود ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں شریعت کا بہت اہتمام کرتا ہے مگر بڑے بڑے امور میں اس کو خدا کی شریعت کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، وہ ایسے معاملات میں ''بال کی کھال'' نکالنے کی حد تک مذہبی بنتا ہے، جن میں اس کے ذاتی مفادات مجروح نہیں ہوتے جو اس کے دنیوی عزائم میں رکاوٹ نہیں بنتے جن میں

اسے یہ قیمت نہیں دینی پڑتی کہ دین کی خاطر اپنے ایک مبغوض شخص سے محبت کرے اور اپنے ایک محبوب شخص سے قلبی تعلق ختم کردے۔

خلاصہ یہ کہ جو دین اس کی اپنی زندگی میں خلل نہ ڈالے وہ اس کی پیروں میں بہت آگے ہوتا ہے، مگر وہ دین جو اس کی اپنی زندگی سے ٹکرائے جو اس سے ''یہ کرو اور وہ نہ کرو'' کا مطالبہ کرے، اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ یاد رکھئے......! دین یہ ہے کہ دین پوری زندگی پر چھا جائے نہ کہ وہ زندگی کا محض ایک وقتی ضمیمہ ہو۔ (چراغ راہ، صفحہ:274، مولانا رضوان القاسمیؒ)

مثالی کردار

مفتی لطف اللہ سہارنپوریؒ ایک مرتبہ سہارنپور سے گنگوہ مع مستورات جارہے تھے، اونٹ گاڑی اس وقت اس علاقہ میں چلتی تھی، اور وہ بھی رات میں، کسی جگہ پہنچ کر کچھ چور آگئے، انہوں نے گاڑی کو گھیر لیا، تو مفتی صاحب گاڑی سے باہر آئے اور فرمایا کہ دیکھو۔ بھائی! ہم تمہیں سارا مال دے دیں گے، حملہ نہ کرنا۔ چنانچہ اپنی بہو سے کہا کہ سب مال دے دو، اگر اللہ نے چاہا تو بنوالیں گے۔ چنانچہ نکال کر حوالے کردیا، وہ چور اس مال کو لے جا کر باغ میں تقسیم کرنے بیٹھے تھے بہو نے مفتی صاحب سے کہا کہ ایک چھلہ دینے سے رہ گیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے کہا تھا کہ سب دے دیں، لاؤ اس چھلہ کو بھی دے دیں۔ گاڑی ٹھہرا کر ان چوروں کی تلاش میں نکلے، وہ سڑک سے ہٹ کر ایک باغ میں جا چکے تھے، وہاں پہنچ کر ان سے کہا کہ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ سب دے دیں گے، یہ چھلہ رہ گیا تھا، لے لو۔ دے کر واپس چلے آئے......

ان لوگوں نے سوچا کہ یہ مال بھلے آدمی کا معلوم ہوتا ہے، اس میں ہمارے لئے خیر نہ ہوگی، واپس کرنا چاہئے، چنانچہ وہ آئے، تو مولانا نے فرمایا کہ جب مال سب لے لیا تو حملہ کرنے کیوں آئے......انہوں نے کہا۔ ہم حملہ کرنے نہیں آئے، بلکہ آپ کا مال واپس کرنے آئے ہیں اپنا مال لے لیجئے، چنانچہ وہ لوگ واپس کر کے چلدیئے۔ (کشکول نوادر، ص172)

رُو اس لئے رہا ہوں

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابہ'' میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رومیوں سے جنگ کے دوران آپ چند مسلمانوں کے ساتھ گرفتار ہوئے، شاہ روم نے ان سے کہا کہ آپ نصرانی بن جائیں تو میں آپ کو اپنی حکومت میں شریک کرلوں گا، لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کردیا، جس کی وجہ سے شاہ روم نے انہیں تختہ دار پر باندھ کر حکم دیا کہ ان پر تیر برسائے جائیں، لیکن جب دیکھا کہ آپ کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار نہیں ہیں تو وہاں سے انہیں اتارا اور حکم دیا کہ دیگ میں پانی گرم کر کے کھولتے ہوئے پانی میں انہیں ڈال دیا جائے۔ اس میں ڈالنے کے لئے جب انہیں دیگ کے قریب لے جایا گیا تو رونے لگے، شاہ روم نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے......

''رو اس لئے رہا ہوں کہ میری تمنا ہے کہ میرے لئے سو جانیں ہوں اور ہر جان قربانی کا اس طرح نذرانہ پیش کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہوں'' شاہ روم کو بڑی حیرت ہوئی، کہنے لگا......''تم میرے سر کو بوسہ دے دو میں تمہیں چھوڑ دوں گا''......

فرمانے لگے، صرف مجھے نہیں، میرے ساتھیوں کو بھی۔ شاہ روم نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور شاہ روم نے حسب وعدہ تمام مسلمانوں (مسلمان قیدیوں) کو آزاد کردیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آکر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔ (کتابوں کی درسگاہیں، صفحہ:67)

فقہی مسائل

سوال وجواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: وراثت کی تقسیم میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟

ج: میت نے جو کچھ ترکہ بھی چھوڑا ہو اس سے سب سے پہلے میت کی تجہیز وتکفین کی جائے گی، اس کے بعد دیکھا جائے اگر میت پر قرض ہے تو اس کی ادائیگی کی جائے، اس کے بعد اگر میت نے کسی کے لئے وصیت کی ہے تو تہائی مال میں اس کی وصیت پوری کی جائے۔ بقیہ مال چاہے جس قسم کا ہو ورثاء میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کردیا جائے گا، البتہ مال اگر ایسا ہو کہ تقسیم کرنے سے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکے گا (مثلاً کنواں چکی وغیرہ) تو جب تک تمام حصہ دار راضی نہ ہوں اس کو مشترک ہی رہنے دیا جائے گا۔ (سراجی شامی)

س: میں اپنی زندگی میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں اس کی کیا صورت ہے، میرے ایک بیوی چار لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔

ج: زندگی میں مال کی تقسیم کی جائے تو اس پر وراثت کے بجائے عطیہ اور ہبہ کے احکام جاری ہوتے ہیں، اور ہبہ میں حکم یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دیا جائے، لہٰذا آپ اس طرح تقسیم کریں کہ کل جائداد کا آٹھواں حصہ اپنی بیوی کو دے دیں، بقیہ کے 6 حصے کرلیں اور لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دے دیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ، 2/259)

س: اگر کسی شخص نے اپنی نسبندی کرالی ہو، یا اپنی بیوی کی نسبندی کرائی ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ج: ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ نماز کراہت کے ساتھ ہوجائے گی، اس لئے کہ پہلی صورت میں اس نے تغییر خلق اللہ کا ارتکاب کیا ہے، جو ایک طرح کا مثلہ ہے، دوسری صورت میں کراہت اسی وقت ہوگی جب اس کی بیوی کی نسبندی اس کی مرضی سے اور بلا کسی شرعی ضرورت کے ہوئی ہو، لیکن اس صورت میں اگر اس کی رضامندی کا دخل نہ رہا ہو، یا اس نے صدق دل سے توبہ کرلی ہو تو اس کی امامت مکروہ نہ ہوگی۔ (مستفاد از رحیمیہ، 4/351)

س: کشمیر میں رواج ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو چار دن لگاتار صبح کے وقت اس کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اور پھر اس کے گھر میں کرتے ہیں، چوتھے دن صبح کے وقت میت کے گھر والے تمام نزدیکی رشتہ داروں اور محلہ والوں کو قہوہ اور کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ شرعاً ان چیزوں کا کیا حکم ہے؟

ج: میت کے لئے جتنا ہوسکے ایصال ثواب کا اہتمام کرے، ایصال ثواب کا ثبوت شریعت میں موجود ہے، بقیہ اس کے لئے چار دنوں کو مخصوص کرنا صبح کے وقت نیز قبر پر جاکر ہی بالالتزام ایصال ثواب کرنا بے اصل ہے، وقت جگہ اور ایام کی تخصیص کے بغیر ایصال ثواب کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ تخصیصات شریعت سے ثابت نہیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اس دین میں جو شخص کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ چیز رد کردی جائے گی''۔ اور تیسرے یا چوتھے دن کی دعوت کو بھی فقہاء نے بالاتفاق بدعت قرار دیا ہے، لہٰذا اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔ (شامی، 1/664)

س: ایک بکرے کے کان بہت چھوٹے ہیں، اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

ج: جس جانور کے کان پیدائشی بہت چھوٹے ہوں اگر وہ قربانی کی دوسری شرائط پوری کررہا ہے (ایک سال کا ہوچکا ہے، دوسرے عیوب سے خالی ہے) تو اس کی قربانی جائز ہے، ہاں جس جانور کے پیدائشی ایک یا دونوں کان نہ ہوں، یا بعد میں کٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ، 5/297)

س: بہت سے لوگ مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کرتے ہیں، جس جانور کی مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کی جائے اس کا گوشت فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہے یا خود بھی کھا سکتا ہے؟

ج: اس گوشت کو امیر وغریب سب کو دینا جائز ہے، گھر والے بھی کھا سکتے ہیں، البتہ اگر کسی نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال میں قربانی کرنا تو جب اس کے مال سے قربانی کی جائے تو پورا گوشت فقراء کو دینا ضروری ہے۔ (شامی، 5/230)

س: بہت سے غیر مسلموں سے تعلقات ہیں، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ بطور تبرک قربانی کا گوشت ان کو بھی دیا جائے تو شرعاً ان کو گوشت دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج: دے سکتے ہیں۔ (ہندیہ، 5/300)

باادب بیوی

شوہر کے استقبال کے آداب: ایک شوہر نے سفر پر جاتے ہوئے بیوی سے پوچھا، ہم فلاں جگہ جارہے ہیں، تمہارے لئے کیا لائیں؟

بیوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت سے لے آئے، یہی میرے لئے دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اب بتائیے اس شوہر کا دل اس سمجھدار بیوی سے کتنا خوش ہوا ہوگا کہ میں ہی اس کے لئے سب سے بڑی نعمت ہوں اور میری بیوی کو مجھ ہی سے سچی محبت ہے، چیزوں سے نہیں اور جب شوہر سفر سے واپس آئے تو مزاج پوچھیں خیریت دریافت کریں کہ وہاں کس طرح رہے کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی، ہاتھ پاؤں دبائیں کہ آپ تھک گئے ہوں گے کھانے کی طلب ہو تو کھانے کا انتظام کریں۔ سفر کے احوال سنیں اور خیریت سے واپس آنے پر خود بھی شکر ادا کریں اور بچوں سے بھی کہیں کہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ شوہر کے آتے ہی، اپنے غم و پریشانی کے حالات سنانے شروع کردیں اور سوالات کی بوچھار شروع کردیں کہ ''میرے لئے کیا لائے؟ بچوں کے لئے کیا لائے، پردیس میں سے تنخواہ کتنی لائے؟ اتنے مہینے وہاں رہے، اتنے کم پیسے لائے، آپ بہت خرچ کرڈالتے ہیں، ہائے کیا کرڈالا، ایسی باتیں بالکل نہ کریں۔ کیونکہ اس سے شوہر کی نگاہ سے آپ گرجائیں گی، کچھ دن بعد کسی موقع پر سلیقہ کے ساتھ باتوں باتوں میں اس قسم کی باتیں بھی اگر پوچھ لیں تو کوئی حرج نہیں، اگر شوہر پردیس سے کوئی چیز لے کر آئے تو پسند آئے یا نہ آئے ہمیشہ اس پر خوشی کا اظہار کریں، یہ نہ کہیں کہ ایسے نقش ونگار (ڈیزائن) کا، ایسے رنگ کا کپڑا لاتے، ایسا کیوں لائے؟ اس سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا اور پھر کبھی کچھ لانے کو جی نہ چاہے گا اور اگر اس کی تعریف کرکے خوشی سے لے لیں گی تو شوہر کا دل اور بڑھے گا اور پھر اس سے زیادہ اچھی چیز لائے گا۔ لہٰذا جو لے آئے اس کی تعریف کریں کہ الحمدللہ! بہت اچھا کپڑا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کریں کہ آپ میرے لئے یہ لائے لیکن آئندہ موقع ملے تو اس رنگ کا لائیں، یہ رنگ مجھے زیادہ پسند ہے، اگرچہ جو آپ لائے ہیں، وہ بھی مجھے پسند ہے اور اس کو بھی سلوالوں گی۔ شوہر کی چیزوں کو خوب سلیقے اور تہذیب سے رکھیں۔ رہنے کا کمرہ صاف ہو، گندہ نہ ہو۔ بستر میلا کچیلا نہ ہو غلاف کی شکنیں نکال دیں۔ تکیہ میلا ہوگیا ہو تو غلاف بدل دیں۔ جب خود اس کے کہنے پر آپ نے کیا تو اس میں بات کیا رہی۔ لطف تو اسی میں ہے کہ بغیر کہے ہوئے سب چیزیں ٹھیک کردیں جن چیزوں کو جس طرح وہ سلیقہ سے رکھنا چاہتا تھا اسی طرح رکھیں جو چیزیں آپ کے پاس رکھی ہوں، ان کو حفاظت سے رکھیں کپڑے ہوں تو تہہ کرکے رکھیں، یوں ہی ادھر ادھر نہ ڈالیں، قرینے اور سلیقے سے رکھیں۔ اگر خاوند کے ماں باپ زندہ ہوں اور روپیہ پیسہ سب انہی کو دے اور آپ کو نہ دے تو برا نہ مانیں بلکہ اگر آپ کو دے دے تب بھی سمجھداری کی بات یہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ میں نہ لیں، بلکہ یہ کہیں کہ انہی کو دیجئے تاکہ ساس سسر کا دل آپ کی طرف سے میلا نہ ہو اور جب تک ساس سسر زندہ ہیں، ان کی خدمت اور تابعداری کو اپنا فرض سمجھیں اور اسی میں اپنی عزت سمجھیں اور ساس اور نندوں سے الگ ہوکر رہنے کی ہرگز فکر نہ کریں کیونکہ ساس نندوں سے بگاڑ کی جڑ یہی ہے۔

2- جو کام ساس اور نندیں کرتی ہیں آپ اس کے کرنے سے شرم اور عار محسوس نہ کریں۔ آپ خود بھی ان سے کہہ کر کام لیں اور کریں۔ اس سے سسرال والوں کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوجائے گی۔

3- جب دو عورتیں آپس میں چپکے چپکے باتیں کررہی ہوں تو ان سے الگ ہوجائیں اور اس بات کی فکر نہ کریں کہ آپس میں کیا باتیں کررہی تھیں اور نہ ہی خواہ مخواہ یہ خیال کریں کہ ہماری ہی باتیں کررہی ہوں گی۔

4- ہر معاملے میں اپنی والدہ کی طرح ساس کا ادب کرو اور ہر حال میں ان کی رضامندی کو مقدم سمجھو خواہ تم کو تکلیف ہو یا راحت مگر ان کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ زبان سے کوئی ایسا لفظ مت

نکالو جس سے ان کو تکلیف ہو۔ ان سے جب بات کرو تو ایسے الفاظ استعمال نہ کرو جیسے اپنی برابر والیوں سے کرتی ہو بلکہ ان الفاظ سے بات کرو جو بزرگوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر ساس کسی معاملے میں تنبیہ کرے ڈانٹے تو ان کے کہنے کو خاموشی کے ساتھ سن لو اور یاد رکھو! اپنے شوہر کی ساس (اپنی ماں) سے زیادہ اپنی ساس کا خیال رکھو۔ اگر بالفرض ناگوار اور تلخ بات کہہ دیں (کہ جس کی امید تو نہیں ہے) تب بھی اس کو میٹھے شربت کی طرح پی جاؤ اور ہرگز سختی سے جواب نہ دو۔ اگر کسی کام کو دوسرے کو کہیں تو تم اس کو بھی اپنی طرف سے انجام دو۔

5- اگر کوئی عورت تم سے مرتبہ اور عمر میں بڑی ہے جیسے شوہر کے بڑے بھائی کی بیوی اس کے ساتھ گفتگو اور اٹھنے بیٹھنے میں اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھو اور اس کے ساتھ اس طرح مل جل کر رہو کہ گویا سگی بہنیں ہیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی۔ تم اگر ایسا برتاؤ رکھوگی تو ضرور دوسری طرف سے بھی ایسا ہی برتاؤ ہوگا اور اگر عمر و مرتبہ میں تم سے چھوٹی ہے تو اس کے ساتھ محبت اور پیار والا برتاؤ رکھو اور اس کو نہایت نرمی سے اچھی باتوں کی تعلیم دیتی رہو اور وہ کوئی کام کرے تو تم اس کی مدد کرو۔ اسی طرح شوہر کی بہنوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق سلوک اور مدارات سے پیش آؤ مگر اس میں حد اعتدال کو ضرور ملحوظ رکھو کیونکہ حد اعتدال سے زیادہ مدارات کو نبھانا مشکل ہے۔ اپنے گھر میں یا کسی دوسرے کے گھر کسی تقریب میں عورتوں کے ساتھ مل بیٹھو تو پیٹھ پیچھے کسی کے بارے میں ایسی بات مت کہو کہ اگر وہ سنے تو برا مانے اسی کو غیبت کہتے ہیں۔ غیبت کرنے کا سخت گناہ ہے۔ گھر میں جو بچے ہیں خواہ وہ تمہاری دیورانی، جیٹھانی کی اولاد ہوں یا ایسے قریبی رشتہ داروں کے جو اس گھر میں رہتے ہیں ان کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آؤ۔ حدیث شریف میں آیا ہے "جو شخص بڑوں کا ادب نہ کرے اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (یعنی اس کا ہم سے تعلق نہیں)

(الترغیب والترہیب جلد:1، صفحہ:64)

بیوی شوہر کی نگاہ میں کیسے محبوب بن سکتی ہے

چونکہ عورتیں عموماً ساس وشوہر کی سختی کا رونا روتی نظر آتی ہیں اگر وہ چار تدابیر پر عمل کرلیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہیں (تو اللہ تعالیٰ شوہر اور ساس کے دلوں کو ان پر نرم کردیں گے اور پھر وہ عورتیں اپنی زندگی بھی خوشی سے گزاریں گی اور ان کے ذریعہ پورا خاندان خوشی والی زندگی بسر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہماری بہنوں کو ان تدابیر پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین)

☆ میاں بیوی کا نیک بننا۔

☆ شوہر کا مزاج پہچاننا۔

☆ شوہر اور اس کے گھر والوں کی تعریف اور ان کی سچی محبت۔

☆ اچھا کھانا پکانا۔

پہلی بات یہ ہے کہ بیوی اپنے آپ کو نیک بنانے کی کوشش کرے (کیونکہ جب تک دونوں نیک نہیں ہوں گے تب تک ایک بھی نہیں ہوں گے) اور نیک بیوی کیسی ہوتی ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو مرد کی (حاکمیت کو تسلیم کرکے ان کی) اطاعت کرتی ہیں اور مردوں کی پیٹھ پیچھے بھی اپنے نفس اور ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔" (سورۃ النساء آیت:34)۔ یعنی اپنی عصمت اور گھر کے مال کی حفاظت جو امور خانہ داری میں سب سے اہم ہیں ان کے بجالانے میں ان کے لئے مردوں کے سامنے اور پیچھے کے حالات بالکل مساوی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے سامنے تو اس کا اہتمام کریں اور ان کی نظروں سے غائب ہوں تو اس میں لاپرواہی برتیں۔ (خلاصہ تفسیر معارف القرآن، جلد:2۔ صفحہ:399)

صالحات یعنی اللہ کی عبادت گزار بندیاں وہ ہیں جو نماز روزہ اور پورے دین کے احکام کی پابند ہیں کیونکہ جو اللہ کا حق ادا نہ کریں وہ کسی کی فرمانبردار نہیں بن سکتیں۔ لہٰذا کسی وقت کی نماز نہ چھوڑیں نہ دیر سے پڑھیں بلکہ وقت کے داخل ہوتے ہی نماز کی تیاری شروع کردیں نہایت اچھی طرح سنتوں اور مستحبات کا خیال رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ جی لگا کر یہ دھیان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کو میں دیکھ رہی ہوں احکم الحاکمین رب العالمین کی بارگاہ میں کھڑی ہوں یا وہ مجھے دیکھ رہے ہیں اس طرح نماز پڑھیں۔

❖❖❖

سوئزرلینڈ میں مساجد کے خلاف مہم چلانے والا معروف سیاستداں ڈینئل اسٹریچ کا قبول اسلام

مسلمانوں کے خلاف صف آراء سوئزرلینڈ کا معروف سیاست داں ڈینئل اسٹریچ اسلام کی آغوش میں ہے۔ اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کے اعلان کے ساتھ ہی جہاں سوئزرلینڈ کی سیاست میں اتھل پتھل مچادی ہے، وہیں ان لوگوں کے پیروں تلے سے زمین کھسکتی نظر آرہی ہے جو میناروں کی مخالفت کا علم اٹھائے ہوئے تھے، کیونکہ ڈینئل اسٹریچ ہی پہلا شخص تھا، جس نے سوئزرلینڈ میں مساجد پر تالے لگانے اور میناروں پر پابندی لگانے کی مہم چھیڑی تھی۔ اس نے اپنی اس مسلم مخالف تحریک کو ملک گیر پیمانے پر فروغ دیا۔ لوگوں سے مل کر ان میں اسلام کے خلاف نفرت کے بیج بوئے اور مساجد کے گنبد و میناروں کے خلاف رائے عامہ استوار کی لیکن آج وہ اسلام کا سپاہی بن چکا ہے۔ اسلام مخالف نظریہ نے اسے اسلام کے اتنا قریب کردیا کہ وہ اسلام قبول کئے بغیر نہ رہ سکا اور اب اپنے کئے پر اتنا شرمندہ ہے کہ سوئزرلینڈ میں یورپ کی سب سے خوبصورت مسجد بنانا چاہتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سوئزرلینڈ میں اس وقت چار مسجدیں ہیں اور ڈینئل اسٹریچ پانچویں مسجد کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی شدید خواہش ہے کہ وہ دنیا کی سب سے خوبصورت مسجد بنا سکیں اور اپنے گناہ کی تلافی کرسکیں جو انہوں نے مساجد کے خلاف زہرافشانی کرکے کئے ہیں۔ ڈینئل اسٹریچ اب اپنی مینار مخالف تحریک کے خلاف بھی تحریک چلانا چاہتے ہیں تاکہ لوگوں میں مذہبی رواداری پیدا ہو اور وہ بقائے باہم کے اصولوں پر عمل کرسکیں حالانکہ مینار پر پابندی اب قانونی حیثیت پاچکی ہے۔

اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ مخالفت سے اس کا رنگ مزید نکھر کر سامنے آتا ہے۔ نفرت سے بھی جو اس کا مطالعہ کرتا ہے وہ اس کو اپنا گرویدہ بنالیتا ہے۔ جتنی اس کی مخالفت ہوتی ہے، اتنی شدت سے وہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ اس کے لافانی اصول و ضوابط لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتے ہیں اور اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج یورپ میں اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ جن علاقوں میں جتنی شدت سے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ ہو رہا ہے، وہاں اتنی ہی تیزی سے لوگ اسلام قبول کررہے ہیں۔ آج یورپ کے گورے زیادہ اسلام سے متاثر ہو رہے ہیں۔ بوسنیا، نائجیریا، لیبیا اور سوڈان کے باشندوں سے زیادہ یورپ کے سفید فام لوگوں میں اسلام کے بارے میں جاننے کی چاہت ہے۔ مسلمانوں کے درمیان رفاہی کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم او آئی پی کے صدر عبدالمجید الداعی کا کہنا ہے کہ یورپ کے لوگوں میں اسلام کے بارے میں جاننے کی زبردست خواہش ہے۔ ان میں کچھ تو اسلام کے بارے میں اس لئے جاننا چاہتے ہیں کہ آخر اسلام اور دہشت گردی کا کیا تعلق ہے؟ جب کہ اسلام کو سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے مطابق یورپ میں "پورن" سائٹ کے بعد جو سب سے زیادہ سائٹ دیکھی اور پڑھی جاتی ہے وہ اسلامی مواد فراہم کرنے والی ویب سائٹ ہی ہے۔ ڈینئل اسٹریچ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا، اس نے میناروں کی مخالفت اور اسلام دشمنی میں قرآن مجید کا مطالعہ اور اسلام کو سمجھنا شروع کیا۔ اس کے ذہن میں صرف مذہب اسلام اسلام میں کیڑے نکالنا تھا۔ وہ اسلام میں میناروں کی حقیقت بھی جاننا چاہتا تھا تاکہ مینار مخالف تحریک میں زور پیدا کرسکے اور مسلمانوں و میناروں سے ہونے والے "خطرات" سے سوئزرلینڈ کے باشندوں کو باخبر کرسکے لیکن ہوا اس کے برعکس۔ جوں جوں وہ قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتا گیا، فرمان نبویؐ اور قرآنی آیات اس کے دل ودماغ پر چھاتے گئے۔ اس کے دل ودماغ سے کفر اور بت پرستی کی تہہ ہٹتی گئی اور ادیان باطلہ اس کے سامنے بونے نظر